

تَقْرِيرُ الْوَلَدَنَ

سُورَةُ هُودٍ

QuranUrdu.COM



سید ابوالاعلم مودودی

## فہرست

3	زمانہ نزول:	رکو ۱
3	موضوع اور مباحث:	رکو ۲
5		رکو ۳
12		رکو ۴
25		رکو ۵
32		رکو ۶
46		رکو ۷
52		رکو ۸
59		رکو ۹
70		رکو ۱۰
80		رکو ۱۱
87		رکو ۱۲

## زمانہ نزول:

اس سورے کے مضمون پر غور کرنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ اسی دور میں نازل ہوئی ہو گی جس میں سورہ ”یونس“ نازل ہوئی تھی۔ بعد نہیں کہ یہ اس کے ساتھ متصلًا ہی نازل ہوئی ہو، کیونکہ موضوع تقریر وہی ہے، مگر تنبیہ کا انداز اس سے زیادہ سخت ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ”میں دیکھتا ہوں کہ آپ بوڑھے ہوتے جا رہے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟“ جواب میں حضورؐ نے فرمایا شَيْءَتُنِي هُودٌ وَّ أَخْوَاتُهَا، ”مجھ کو سورہ ہود اور اس کی ہم مضمون سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔“ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہ زمانہ کیسا سخت ہو گا جب کہ ایک طرف کفار قریش اپنے تمام ہتھیاروں سے اس دعوتِ حق کو کچل دینے کی کوشش کر رہے تھے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پے ڈر پے تنبیہات نازل ہو رہی تھیں۔ ان حالات میں آپ کو ہر وقت یہ اندریشہ گھلانے دیتا ہو گا کہ کہیں اللہ کی دی ہوئی مہلت ختم نہ ہو جائے اور وہ آخری ساعت نہ آجائے جب کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو عذاب میں پکڑ لینے کا فیصلہ فرمادیتا ہے۔ فی الواقع اس سورے کو پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ایک سیلا ب کا بند ٹوٹنے کو ہے اور اس غافل آبادی کا، جو اس سیلا ب کی زد میں آنے والی ہے، آخری تنبیہ کی جاری ہے۔

## موضوع اور مباحث:

موضوع تقریر، جیسا کہ ابھی بیان کیا جا چکا ہے، وہی ہے جو سورہ یونس کا تھا۔ یعنی دعوت، فہماںش اور تنبیہ، لیکن فرق یہ ہے کہ سورہ یونس کی بہ نسبت یہاں دعوت مختصر ہے، فہماںش میں استدلال کم اور وعظ و نصیحت زیادہ ہے، اور تنبیہ مفصل اور پر زور ہے۔

دعوت یہ ہے کہ پیغمبر کی بات مانو، شرک سے باز آجائے، سب کی بندگی چھوڑ کر اللہ کے بندے بنو اور اپنی دنیوی زندگی کا سارا نظام آخرت کی جواب دہی کے احساس پر قائم کرو۔

نہماںش یہ ہے کہ حیاتِ دنیا کے ظاہری پہلو پر اعتماد کر کے جن قوموں نے اللہ کے رسولوں کی دعوت کو ٹھکرایا ہے وہ اس سے پہلے نہایت بُرا انجام دیکھ چکی ہیں، اب کیا ضرور ہے کہ تم بھی اسی راہ چلو جسے تاریخ کے مسلسل تجربات قطعی طور پر تباہی کی راہ ثابت کر چکے ہیں۔

تبیہ یہ ہے کہ عذاب کے آنے میں جو تاخیر ہو رہی ہے یہ دراصل ایک مهلت ہے جو اللہ اپنے فضل سے تمہیں عطا کر رہا ہے۔ اس مهلت کے اندر اگر تم نہ سنبلے تو وہ عذاب آئے گا جو کسی کے ٹالے نہ ٹل سکے گا اور اہل ایمان کی مٹھی بھر جماعت کو چھوڑ کر تمہاری ساری قوم کو صفحہ ہستی سے مٹا دے گا۔

اس مضمون کو ادا کرنے کے لیے براہ راست خطاب کی بہ نسبت قوم نوح، عاد، ثمود، قوم لوط، اصحاب مدین اور قوم فرعون کے قصوں سے زیادہ کام لیا گیا ہے۔ ان قصوں میں خاص طور پر جو بات نمایاں کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ خدا جب فیصلہ چکانے پر آتا ہے تو پھر بالکل بے لگ طریقہ سے چکاتا ہے۔ اس میں کسی کے ساتھ ذرہ برابر رعایت نہیں ہوتی۔ اس وقت یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کون کس کا بیٹا اور کس کا عزیز ہے۔

رحمت صرف اس کے حصہ میں آتی ہے جو راست پر آگیا ہو، ورنہ خدا کے غضب سے نہ کسی پیغمبر کا بیٹا بچتا ہے اور نہ کسی پیغمبر کی بیوی۔ یہی نہیں بلکہ جب ایمان و کفر کا دو ٹوک فیصلہ ہو رہا ہو تو دین کی فطرت یہ چاہتی ہے کہ خود مومن بھی باپ اور بیٹے اور شوہر اور بیوی کے رشتؤں کو بھول جائے اور خدا کی شمشیر عدل کی طرح بالکل بے لگ ہو کر ایک رشتہ حق کے سواہر دوسرے رشتے کو کاٹ پھینکے ایسے موقع پر خون اور نسب کی رشتہ داریوں کا ذرہ برابر لحاظ کر جانا اسلام کی روح کے خلاف ہے۔ یہی وہ تعلیم تھی جس کا پورا پورا مظاہرہ تین چار سال بعد مکہ کے مہاجر مسلمانوں نے جنگ بدمریں کر کے دکھادیا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

رَكْوَةٌ

الَّرَّا قَسَّيْتُ أُحْكِمَتْ أَيْتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ ﴿١﴾ أَلَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهُ إِنَّمَا  
نَكْمُ مِنْهُ نَذِيرٌ وَّ بَشِيرٌ ﴿٢﴾ وَ أَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُمْتَعَكُمْ مَتَاعًا  
حَسَنًا إِلَى آجِلٍ مُسَيًّّا وَ يُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ طَ وَ إِنْ تَوَلُّوا فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ  
عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ ﴿٣﴾ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ وَ هُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٤﴾ أَلَا إِنَّهُمْ يَشْنُونَ  
صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ طَ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسْرُونَ وَ مَا  
يُعْلِنُونَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٥﴾ وَ مَا مِنْ دَآبَةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَ  
يَعْلَمُ مُسْتَقْرَرَهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا طُ كُلُّ فِي كِتْبٍ مُبِينٍ ﴿٦﴾ وَ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَ  
الْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَ كَانَ حَرْشُهُ عَلَى التَّمَاءِ لِيَبْلُو كُمْ أَيْكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً طَ وَ لَئِنْ  
قُلْتَ إِنَّكُمْ مَبْعُوثُونَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ﴿٧﴾ وَ  
لَئِنْ أَخَرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَى أُمَّةٍ مَعْدُودَةٍ لَيَقُولَنَّ مَا يَحْبِسُهُ طَ أَلَا يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ  
مَصْرُوفًا عَنْهُمْ وَ حَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهِزُونَ ﴿٨﴾

## دکو٦

اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔

الر فرمان <sup>۱</sup> ہے، جس کی آیتیں بُجنتہ اور مفصل ارشاد ہوتی ہیں <sup>۲</sup>، ایک دانا اور باخبر ہستی کی طرف سے، کہ تم نہ بندگی کرو مگر صرف اللہ کی۔ میں اُس کی طرف سے تم کو خبردار کرنے والا بھی ہوں اور بشارت دینے والا بھی۔ اور یہ کہ تم اپنے رب سے معافی چاہو اور اُس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ ایک مدتِ خاص تک تم کو اچھا سامانِ زندگی دے گا <sup>۳</sup> اور ہر صاحبِ فضل کو اس کا فضل عطا کرے گا۔ <sup>۴</sup> لیکن اگر تم منہ پھیرتے ہو تو میں تمہارے حق میں ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ تم سب کو اللہ کی طرف پلٹنا ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

دیکھو! یہ لوگ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں تاکہ اُس سے چھپ جائیں۔ <sup>۵</sup> خبردار! جب یہ کپڑوں سے اپنے آپ کو ڈھانپتے ہیں، اللہ ان کے چھپے کو بھی جانتا ہے اور کھلے کو بھی، وہ تو ان بھیدوں سے بھی واقف ہے جو سینوں میں ہیں۔

زمیں میں چلنے والا کو جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو اور جس کے متعلق وہ نہ جانتا ہو کہ کہاں وہ رہتا ہے اور کہاں وہ سونپا جاتا ہے، <sup>۶</sup> سب کچھ ایک صاف دفتر میں درج ہے۔

اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔۔۔ جبکہ اس سے پہلے اُس کا عرش پانی پر تھا <sup>۷</sup>۔۔۔ تاکہ تم کو آزمائ کر دیکھے تم میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔ <sup>۸</sup> اب اگر اے محمد، تم کہتے ہو کہ لوگو، مرنے کے بعد تم دوبارہ اٹھائے جاؤ گے تو منکرین فوراً بول اٹھتے ہیں کہ یہ تو صریح جادوگری ہے۔ <sup>۹</sup>

اور اگر ہم ایک خاص مُدّت تک ان کی سزا کو ٹالتے ہیں تو وہ کہنے لگتے ہیں کہ آخر کس چیز نے اُسے روک رکھا ہے؟ سُنُو! جس روز اُس سزا کا وقت آگیا تو وہ کسی کے پھیرے نہ پھر سکے گا اور وہی چیزان کو آگھیرے گی جس کا وہ مذاق اڑار ہے ہیں۔ ۶۱

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 1 ▲

”کتاب“ کا ترجمہ یہاں انداز بیان کی مناسبت سے ”فرمان“ کیا گیا ہے۔ عربی زبان میں یہ لفظ کتاب اور نوشته ہی کے معنی میں نہیں آتا بلکہ حکم اور فرمان شاہی کے معنی میں بھی آتا ہے اور خود قرآن میں متعدد موقع پر یہ لفظ اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 2 ▲

یعنی اس فرمان میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ پکی اور اٹلی ہیں۔ خوب بچی ٹلی ہیں۔ نزی لفاظی نہیں ہے خطابت کی ساحری اور تخلیل کی شاعری نہیں ہے۔ ٹھیک ٹھیک حقیقت بیان کی گئی ہے اور اس کا ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو حقیقت سے کم یا زیادہ ہو۔ پھر یہ آیتیں مفصل بھی ہیں، ان میں ایک ایک بات کھول کر واضح طریقے سے ارشاد ہوتی ہے۔ بیان الحجھا ہوا، گنجلک اور مبہم نہیں ہے۔ ہر بات کو الگ الگ، صاف صاف سمجھا کر بتایا گیا ہے۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 3 ▲

یعنی دنیا میں تمہارے ٹھیرنے کے لیے جو وقت مقرر ہے اس وقت تک وہ تم کو بری طرح نہیں بلکہ اچھی طرح رکھے گا۔ اس کی نعمتیں تم پر بر سیں گی۔ اس کی برکتوں سے سرفراز ہو گے۔ خوش حال و فارغ البال رہو گے۔ زندگی میں امن اور چین نصیب ہو گا۔ ذلت و خواری کے ساتھ نہیں بلکہ عزت و شرف کے ساتھ جیو گے۔ یہی مضمون دوسرے موقع پر اس طرح ارشاد ہوا ہے کہ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثِي

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَئِنْ خَيَّبَنَّهُ حَيْوَةً طَيِّبَةً (النحل۔ آیت ۹) ”جو شخص بھی ایمان کے ساتھ نیک عمل کرے گا، خواہ مرد ہو یا عورت، ہم اس کو پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے۔“ اس سے لوگوں کی اس عام غلط فہمی کو رفع کرنا مقصود ہے جو شیطان نے ہر نادان دنیا پرست آدمی کو کان میں پھونک رکھی ہے کہ خدا ترسی اور راستبازی اور احساس ذمہ داری کا طریقہ اختیار کرنے سے آدمی کی آخرت بنتی ہو تو بتی ہو، مگر دنیا ضرور بگڑ جاتی ہے۔ اور یہ کہ ایسے لوگوں کے لیے دنیا میں فاقہ مستی و خستہ حالی کے سوا کوئی زندگی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تردید میں فرماتا ہے کہ اس راہ راست کو اختیار کرنے سے تمہاری صرف آخرت ہی نہیں بلکہ دنیا بھی بنے گی۔ آخرت کی طرح اس دنیا کی حقیقی عزت و کامیابی بھی ایسے ہی لوگوں کے لیے ہے جو سچی خدا پرستی کے ساتھ صالح زندگی بسر کریں۔ جن کے اخلاق پاکیزہ ہوں، جن کے معاملات درست ہوں، جن پر ہر معاملہ میں بھروسہ کیا جاسکے، جن سے ہر شخص بھلائی کا متوقع ہو، جن سے کسی انسان کو یا کسی قوم کو شر کا اندیشہ نہ ہو۔

اس کے علاوہ "مَتَاعٌ حَسَنٌ" کے الفاظ میں ایک اور پہلو ہے جو نگاہ سے او جھل نہ رہ جانا چاہیے۔ دنیا کا سامان زیست قرآن مجید کی رو سے دو قسم کا ہے۔ ایک وہ سرو سامان ہے جو خدا سے پھرے ہوئے لوگوں کو فتنے میں ڈالنے کے لیے دیا جاتا ہے اور جس سے دھوکا کھا کر ایسے لوگ اپنے آپ کو دنیا پرستی و خدا فراموشی میں اور زیادہ گم کر دیتے ہیں۔ یہ بظاہر تو نعمت ہے مگر باطن خدا کی پھٹکار اور اس کے عذاب کا پیش خیمه ہے۔ قرآن مجید اس کو "مَتَاعٌ غُرُورٌ" کے الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ دوسرا وہ سرو سامان ہے جس سے انسان خوشحال اور قوی بازو ہو کر اپنے خدا کا اور زیادہ شکر گزار بنتا ہے، خدا اور اس کے بندوں کے اور خود اپنے نفس کے حقوق زیادہ اچھی طرح ادا کرتا ہے، خدا کے دیے ہوئے وسائل سے طاقت پا کر دنیا

میں خیر و صلاح کی ترقی اور شر و فساد کے استیصال کے لیے زیادہ کارگر کو شش کرنے لگتا ہے۔ یہ قرآن کی زبان میں "مَتَاعٌ حَسَنٌ" ہے، یعنی ایسا اچھا سامان زندگی جو محض عیش دنیا ہی پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ نتیجہ میں عیش آخرت کا بھی ذریعہ بنتا ہے۔

### سورۃ ہود حاشیہ نمبر: 4 ▲

یعنی جو شخص اخلاق و اعمال میں جتنا بھی آگے بڑھے گا اللہ اس کو اتنا ہی بڑا درجہ عطا کرے گا۔ اللہ کے ہاں کسی کی خوبی پر پانی نہیں پھیرا جاتا۔ اس کے ہاں جس طرح برائی کی قدر نہیں ہے اسی طرح بھلائی کی نادری بھی نہیں ہے۔ اس کی سلطنت کا دستور یہ نہیں ہے کہ

اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالاں  
طوق زریں ہمہ درگرد خرمی بینم!

وہاں تو جو شخص بھی اپنی سیرت و کردار سے اپنے آپ کو جس فضیلت کا مستحق ثابت کر دے گا وہ فضیلت اس کو ضرور دی جائے گی۔

### سورۃ ہود حاشیہ نمبر: 5 ▲

مکے میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا چرچا ہوا تو بہت سے لوگ وہاں ایسے تھے جو مخالفت میں تو کچھ بہت زیادہ سرگرم نہ تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے سخت بیزار تھے۔ ان لوگوں کا رویہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات کو سننے کے لیے تیار نہ تھے، کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھے دیکھتے تو الٹے پاؤں پھر جاتے، دور سے آپ کو آتے دیکھ لیتے تو رخ بدل دیتے یا کپڑے کی اوٹ میں منہ چھپا لیتے، تاکہ آمنا سامنا نہ ہو جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مخاطب کر کے کچھ اپنی باتیں نہ کہنے لگیں۔ اسی قسم کے لوگوں کی طرف یہاں اشارہ کیا ہے کہ یہ لوگ حق

کا سامنا کرنے سے گھبرا تے ہیں اور شطر مرغ کی طرح منہ چھپا کر سمجھتے ہیں کہ وہ حقیقت ہی غائب ہو گئی جس سے انہوں نے منہ چھپایا ہے۔ حالانکہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے اور وہ یہ بھی دیکھ رہی ہے کہ یہ بے وقوف اس سے بچنے کے لیے منہ چھپائے بیٹھے ہیں۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 6 ▲

یعنی جس خدا کے علم کا حال یہ ہے کہ ایک ایک چڑیا کا گھونسلہ اور ایک ایک کیڑے کا بل اس کو معلوم ہے اور وہ اسی کی جگہ پر اس کو سامان زیست پہنچا رہا ہے، اور جس کو ہر آن اس کی خبر ہے کہ کوشا جاندار کھاں رہتا ہے اور کھاں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دیتا ہے، اس کے متعلق اگر تم یہ گمان کرتے ہو کہ اس طرح منہ چھپا چھپا کر یا کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر یا آنکھوں پر پردہ ڈال کر تم اس کی کپڑ سے بچ جاؤ گے تو سخت نادان ہو۔ داعی حق سے تم نے منہ چھپا بھی لیا تو آخر اس کا حاصل کیا ہے؟ کیا خدا سے بھی تم چھپ گئے؟ کیا خدا یہ نہیں دیکھ رہا ہے کہ ایک شخص تمہیں امر حق سے آگاہ کرنے میں لگا ہوا ہے اور تم یہ کوشش کر رہے ہو کہ کسی طرح اس کی کوئی بات تمہارے کان میں نہ پڑنے پائے؟

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 7 ▲

جملہ معترضہ ہے جو غالباً لوگوں کے اس سوال کے جواب میں فرمایا گیا ہے کہ آسمان و زمین اگر پہلے نہ تھے اور بعد میں پیدا کیے گئے تو پہلے کیا تھا؟ اس سوال کو یہاں نقل کیے بغیر اس کا جواب مختصر سے فقرے میں دے دیا گیا ہے کہ پہلے پانی تھا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس پانی سے مراد کیا ہے۔ یہی پانی جسے ہم اس نام سے جانتے ہیں؟ یا یہ لفظ محض استعارے کے طور پر مادے کی اس مائع (Fluid) حالت کے لیے استعمال کیا گیا ہے جو موجودہ صورت میں ڈھالے جانے سے پہلے تھی؟ رہایہ ارشاد کہ خدا کا عرش پہلے پانی پر تھا، تو اس کا مفہوم ہماری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ خدا کی سلطنت پانی پر تھی۔

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 8 ▲

اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو اس لیے پیدا کیا کہ تم کو (یعنی انسان کو) پیدا کرنا مقصود تھا، اور تمہیں اس لیے پیدا کیا کہ تم پر اخلاقی ذمہ داری کا بارڈالا جائے، تم کو خلافت کے اختیارات سپرد کیے جائیں اور پھر دیکھا جائے کہ تم میں سے کون ان اختیارات کو اور اس اخلاقی ذمہ داری کے بوجھ کو کس طرح سنبھالتا ہے۔ اگر اس تخلیق کی تھے میں یہ مقصد نہ ہوتا، اگر اختیارات کو تفویض کے باوجود کسی امتحان کا، کسی محاسبہ اور باز پرس کا اور کسی جزا و سزا کا کوئی سوال نہ ہوتا، اور اگر انسان کو اخلاقی ذمہ داری کا حامل ہونے کے باوجود یوں نہیں بے نتیجہ مرکر مٹی ہو جانا ہی ہوتا، تو پھر یہ سارا کار تخلیق بالکل ایک مہمل کھیل تھا اور اس تمام ہنگامہ وجود کی کوئی حیثیت ایک فعل عبشت کے سوانہ تھی۔

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 9 ▲

یعنی ان لوگوں کی نادانی کا یہ حال ہے کہ کائنات کو ایک کھلنڈرے کا گھر وند اور اپنے آپ کو اس کے جی بہلانے کا کھلونا سمجھے بیٹھے ہیں اور اس احمقانہ تصور میں اتنے مگن ہیں کہ جب تم انہیں اس کارگاہ حیات کا سنجیدہ مقصد، اور خود ان کے وجود کی معقول غرض وغایت سمجھاتے ہو تو قہقهہ لگاتے ہیں اور تم پر پھلبتی کستے ہیں کہ یہ شخص توجادو کی سی باتیں کرتا ہے۔

وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَرَعَنَاهَا مِنْهُ إِنَّهُ لَيَوْسُ كُفُورٌ ١٧ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ نَعْمَاءً بَعْدَ ضَرَّاءً مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي إِنَّهُ لَفَرِحٌ فَخُورٌ ١٨ إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَآجْرٌ كَيْرٌ ١٩ فَلَعَلَّكَ تَارِكُ بَعْضَ مَا يُوَحَّى إِلَيْكَ وَضَآءِقٌ بِهِ صَدْرُكَ أَنْ يَقُولُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ جَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ إِنَّمَا أَنْتَ نَذِيرٌ ٢٠ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ٢١ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأَتُوا بِعَشْرِ سُورٍ مِثْلِهِ مُفْتَرَيْتِ ٢٢ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَدِيقِينَ ٢٣ فَإِلَّمْ يَسْتَحِيُّوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوا إِنَّمَا أُنْزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَأَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَهُلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ٢٤ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوفٌ إِلَيْهِمْ أَعْمَالُهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُنْخَسِّونَ ٢٥ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ٢٦ وَحِيطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبِطْلُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ٢٧ أَفَمَنْ كَانَ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ وَيَتَلُوُهُ شَاهِدًا مِنْهُ وَمِنْ قَبْلِهِ كِتْبُ مُوسَى إِمَامًا وَرَحْمَةً ٢٨ أُولَئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمَنْ يَكْفُرُ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهَا ٢٩ فَلَا تَأْكُ فِي مَرِيَّةٍ مِنْهُ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ٣٠ وَمَنْ أَظْلَمُ مِنْهُنَّ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ٣١ أُولَئِكَ يُعْرِضُونَ عَلَى رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ

هَوَّلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ ۝ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۝  
 ۲۸ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَاجًا ۝ وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمُ الْكَفَرُونَ ۝  
 ۲۹ أُولَئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أُولَئِكَاءِ يُضَعِّفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۝ مَا كَانُوا  
 يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ ۝  
 ۳۰ أُولَئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝  
 ۳۱ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ۝  
 ۳۲ إِنَّ الَّذِينَ أَمْنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَخْبَتُوا إِلَى رَبِّهِمْ أُولَئِكَ أَصْحَبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَلِدُونَ ۝  
 ۳۳ مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَى وَالْأَصْمَى وَالْبَصِيرُ وَالسَّمِيعُ ۝ هَلْ يَسْتَوِينِ مَثَلًا ۝ أَفَلَا  
 تَذَكَّرُونَ ۝  
 ۳۴

## دکو ۶

اگر کبھی ہم انسان کو اپنی رحمت سے نوازنے کے بعد پھر اس سے محروم کر دیتے ہیں تو وہ مایوس ہوتا ہے اور ناشکری کرنے لگتا ہے۔ اور اگر اس مصیبت کے بعد جو اس پر آئی تھی ہم اسے نعمت کامزہ چکھاتے ہیں تو کہتا ہے میرے تو سارے دلدار پار ہو گئے، پھر وہ بھولانہیں سماتا اور اکثر نے لگتا ہے۔<sup>10</sup> اس عیب سے پاک اگر کوئی ہیں تو بس وہ لوگ جو صبر کرنے والے<sup>11</sup> اور نیکوکار ہیں اور وہی ہیں جن کے لیے درگزر بھی ہے اور بڑا اجر بھی۔<sup>12</sup>

تو اے پیغمبر، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ان چیزوں میں سے کسی چیز کو<sup>﴿</sup>بیان کرنے سے<sup>﴾</sup> چھوڑ دو جو تمہاری طرف وحی کی جا رہی ہیں۔ اور اس بات پر دل تنگ ہو کہ وہ کہیں گے ”اس شخص پر کوئی خزانہ کیوں نہ اُتارا گیا“ یا یہ کہ ”اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ آیا۔“ تم تو محض خبردار کرنے والے ہو، آگے ہر چیز کا حوالہ دار اللہ ہے۔<sup>13</sup>

کیا یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے یہ کتاب خود گھٹری ہے؟ کہو ”اچھا یہ بات ہے تو اس جیسی گھٹری ہوئی دس سورتیں تم پنالا و اور اللہ کے سوا اور جو جو<sup>﴿</sup>تمہارے معبد<sup>﴾</sup> ہیں ان کو مدد کے لیے بلا سکتے ہو تو بلا لواگر تم<sup>﴿</sup> انہیں معبد سمجھنے میں<sup>﴾</sup> سچے ہو۔ اب اگر وہ<sup>﴿</sup>تمہارے معبد<sup>﴾</sup> کو نہیں پہنچتے تو جان لو کہ یہ اللہ کے علم سے نازل ہوئی ہے اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبد نہیں ہے۔ پھر کیا تم<sup>﴿</sup> اس امر حق کے آگے<sup>﴾</sup> سر تسلیم خم کرتے ہو؟<sup>14</sup>

جو لوگ بس اسی دنیا کی زندگی اور اس کی خوشنایبوں کے طالب ہوتے ہیں<sup>15</sup> ان کی کارگزاری کا سارا پھل

ہم بھی ان کو دے دیتے ہیں اور اس میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ مگر آخرت میں ایسے لوگوں کے لیے آگ کے سوا کچھ نہیں ہے۔<sup>16</sup> ﴿ وہاں معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ انہوں نے دُنیا میں بنایا وہ سب ملیا میٹ ہو گیا اور اب ان کا سارا کیا دھرا محض باطل ہے۔

پھر بھلا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک صاف شہادت رکھتا تھا<sup>17</sup> ، اس کے بعد ایک گواہ بھی پروردگار کی طرف سے ﴿ اس شہادت کی تائید میں ہے آگیا،<sup>18</sup> اور پہلے موسیٰ کی کتاب رہنماء اور رحمت کے طور پر آئی ہوئی بھی موجود تھی ﴾ کیا وہ بھی دُنیا پر ستون کی طرح اس سے انکار کر سکتا ہے؟ ﴾ ایسے لوگ تو اس پر ایمان ہی لائیں گے<sup>19</sup> ۔ اور انسانی گروہوں میں سے جو کوئی اس کا انکار کرے تو اس کے لیے جس جگہ کا وعدہ ہے وہ دوزخ ہے۔ پس اے پیغمبر، تم اس چیز کی طرف سے کسی شک میں نہ پڑنا، یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے مگر اکثر لوگ نہیں مانتے۔

اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ گھٹے<sup>20</sup> ایسے لوگ اپنے رب کے حضور پیش ہونگے اور گواہ شہادت دیں گے کہ یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ گھٹرا تھا۔ سُنُو! خدا کی لعنت ہے ظالموں پر<sup>21</sup> ۔۔۔ اُن ظالموں پر<sup>22</sup> جو خُدا کے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں، اُس کے راستے کو ٹیڑھا کرنا چاہتے ہیں<sup>23</sup> اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔۔۔<sup>24</sup> وہ زمین میں اللہ کو بے بس کرنے والے نہ تھے اور نہ اللہ کے مقابلے میں کوئی اُن کا حامی تھا۔ انہیں اب دوہر اعذاب دیا جائے گا۔<sup>25</sup> وہ نہ کسی کی سُن ہی سکتے تھے اور نہ خود ہی انہیں کچھ سوچتا تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خود گھاٹے میں ڈالا اور وہ سب کچھ اُن سے کھویا گیا جو انہوں نے گھٹر کھا تھا۔<sup>26</sup> ناگزیر ہے کہ وہی آخرت میں سب سے بڑھ کر گھاٹے میں رہیں۔ رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اور اپنے رب

ہی کے ہو کر رہے، تو یقیناً وہ جنتی لوگ ہیں اور جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔<sup>27</sup> ان دونوں فریقوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی تو ہو اندھا بہرا اور دوسرا ہو دیکھنے اور سننے والا، کیا یہ دونوں یکساں ہو سکتے ہیں؟<sup>28</sup> کیا تم اس مثال سے کوئی سبق نہیں لیتے؟<sup>29</sup>

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 10 ▲

یہ انسان کے چھپورے پن، سطح بینی، اور قلت تدبر کا حال ہے جس کا مشاہدہ ہر وقت زندگی میں ہوتا رہتا ہے اور جس کو عام طور پر لوگ اپنے نفس کا حساب لے کر خود اپنے اندر بھی محسوس کر سکتے ہیں۔ آج خوشحال اور زور آور ہیں تو اکٹر ہے ہیں اور فخر کر رہے ہیں۔ ساون کے اندر کی طرح ہر طرف ہر ای ہر ای نظر آرہا ہے اور خیال تک نہیں آتا کہ کبھی اس بہار پر خزاں بھی آسکتی ہے۔ کل کسی مصیبت کے پھیر میں آگئے تو بلبا اٹھے، حسرت و یاس کی تصویر بن کر رہ گئے، اور بہت تملماۓ تو خدا کو گالیاں دے کر اور اس کی خدائی پر طعن کر کے غم غلط کرنے لگے۔ پھر جب برا وقت گزر گیا اور بھلے دن آئے تو وہی اکٹر، وہی ڈینگلیں اور نغمت کے نشے میں وہی سرمستیاں پھر شروع ہو گئیں۔

انسان کی اس ذلیل صفت کا یہاں کیا ذکر ہو رہا ہے؟ اس کی غرض ایک نہایت لطیف انداز میں لوگوں کو اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ آج اطمینان کے ماحول میں جب ہمارا پیغمبر خبردار کرتا ہے کہ خدا کی نافرمانیاں کرتے رہو گے تو تم پر عذاب آئے گا، اور تم اس کی یہ بات سن کر ایک زور کا ٹھٹھا مارتے ہو، اور کہتے ہو کہ ”دیوانے دیکھتا نہیں کہ ہم پر نعمتوں کی بارش ہو رہی ہے، ہر طرف ہماری بڑائی کے پھریرے اڑ رہے ہیں، اس وقت تجھے دن دھاڑے یہ ڈراؤنا خواب کیسے نظر آگیا کہ کوئی عذاب ہم پر ٹوٹ پڑنے والا ہے“، تو دراصل پیغمبر کی نصیحت کے جواب میں تمہارا یہ ٹھٹھا اسی ذلیل صفت کا ایک ذلیل تر مظاہرہ ہے۔ خدا تو تمہاری گمراہیوں اور بدکاریوں کے باوجود محض اپنے رحم و کرم سے تمہاری سزا میں تاخیر کر رہا ہے تاکہ تم

کسی طرح سنبھل جاؤ، مگر تم اس مہلت کے زمانے میں یہ سوچ رہے ہو کہ ہماری خوش حالی کیسی پائیدار بنیادوں پر قائم ہے اور ہمارا یہ چمن کیسا سدا بہار ہے کہ اس پر خزاں آنے کا کوئی خطرہ ہی نہیں۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 11 ▲

یہاں صبر کے ایک اور مفہوم پر روشنی پڑتی ہے۔ صبر کی صفت اس چھپورپن کی ضد ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ صابر وہ شخص ہے جو زمانہ کے بدلتے ہوئے حالات میں اپنے ذہن کے توازن کو برقرار رکھے۔ وقت کی ہر گردش سے اثر لے کر اپنے مزاج کا رنگ بدلتا نہ چلا جائے بلکہ ایک معقول اور صحیح روایہ پر ہر حال میں قائم رہے۔ اگر کبھی حالات ساز گار ہوں اور وہ دولت مندی، اقتدار اور ناموری کے آسمانوں پر چڑھا چلا جا رہا ہو تو بڑائی کے نشے میں مست ہو کر بہکنے نہ لگے۔ اور اگر کسی دوسرے وقت مصائب و مشکلات کی چکی اسے پسیے ڈال رہی ہو تو اپنے جو ہر انسانیت کو اس میں ضائع نہ کر دے۔ خدا کی طرف سے آزمائش خواہ نعمت کی صورت میں آئے یا مصیبت کی صورت میں، دونوں صورتوں میں اس کی بربادی اپنے حال پر قائم رہے اور اس کا ظرف کسی چیز کی بھی چھوٹی یا بڑی مقدار سے چھکلنے پڑے۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 12 ▲

یعنی اللہ ایسے لوگوں کے قصور معاف بھی کرتا ہے اور ان کی بھلائیوں پر اجر بھی دیتا ہے۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 13 ▲

اس ارشاد کا مطلب سمجھنے کے لیے ان حالات کو پیش نظر رکھنا چاہیے جن میں یہ فرمایا گیا ہے۔ کہ ایک ایسے قبلیہ کا صرف مقام ہے جو تمام عرب پر اپنے مذہبی اقتدار، اپنی دولت و تجارت اور اپنے سیاسی دبدبے کی وجہ سے چھایا ہوا ہے۔ عین اس حالت میں جب کہ یہ لوگ اپنے انتہائی عروج پر ہیں اس بستی کا ایک آدمی اٹھتا ہے اور علی الاعلان کہتا کہ جس مذہب کے تم پیشووا ہو وہ سراسر گمراہی ہے، جس نظام تمدن کے تم سردار ہو وہ اپنی جڑ تک گلا اور سڑا ہوا نظام ہے، خدا کا عذاب تم پر ٹوٹ پڑنے کے لیے تلاکھڑا ہے اور

تمہارے لیے اس سے بچنے کی کوئی صورت اس کے سوانحیں کہ اس مذہب حق اور اس نظام صالح کو قبول کر لو جو میں خدا کی طرف سے تمہارے سامنے پیش کر رہا ہو۔ اس شخص کے ساتھ اس کی پاک سیرت اور اس کی معقول باتوں کے سوا کوئی ایسی غیر معمولی چیز نہیں ہے جس سے عام لوگ اسے مامور من اللہ سمجھیں۔ اور گردو پیش کے حالات میں بھی مذہب و اخلاق اور تدن کی گہری بنیادی خرابیوں کے سوا کوئی ایسی ظاہر علامت نہیں ہے جو نزول عذاب کی نشان دہی کرتی ہو۔ بلکہ اس کے بر عکس تمام نمایاں علامتیں یہی ظاہر کر رہی ہیں کہ ان لوگوں پر خدا کا (اور ان کے عقیدے کے مطابق) دیوتاؤں کا بڑا فضل ہے اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں ٹھیک ہی کر رہے ہیں۔ ایسے حالات میں یہ بات کہنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے، اور اس کے سوا کچھ ہو بھی نہیں سکتا، کہ چند نہایت صحیح الدمامغ اور حقیقت رس لوگوں کے سوابستی کے سب لوگ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ کوئی ظلم و ستم سے اس کو دبانا چاہتا ہے۔ کوئی جھوٹے الزامات اور اوچھے اعتراضات سے اس کی ہوا اکھاڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ کوئی متعصبا نہ بے رخی سے اس کی ہمت شکنی کرتا ہے اور کوئی مذاق اڑا کر، آوازے اور پھبٹیاں کس کر، اور ٹھٹھے لگا کر اس کی باتوں کو ہوا میں اڑا دینا چاہتا ہے۔ یہ استقبال جو کئی سال تک اس شخص کی دعوت کا ہوتا رہتا ہے، جیسا کچھ دل شکن اور ما یوس کن ہو سکتا ہے، ظاہر ہے۔ بس یہی صورت حال ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی ہمت بندھانے کے لیے تلقین فرماتا ہے کہ اپنے حالات میں پھول جانا اور برے حالات میں ما یوس ہو جانا چھپورے لوگوں کا کام ہے۔ ہماری نگاہ میں قیمتی انسان وہ ہے جو نیک ہو اور نیکی کے راستے پر صبر و ثبات اور پامردی کے ساتھ چلنے والا ہو۔ لہذا جس تعصب سے، جس بے رخی سے، جس تضھیک و استہزا سے اور جن جاہلانہ اعتراضات سے تمہارا مقابلہ کیا جا رہا ہے ان کی وجہ سے تمہارے پائے ثبات میں ذرا الغرش نہ آنے پائے۔ جو صداقت تم پر بذریعہ و حی منکشف کی گئی ہے اسکے اظہار و اعلان میں اور اس کی طرف دعوت دینے میں تمہیں قطعاً کوئی باک نہ ہو۔

تمہارے دل میں اس خیال کا کبھی گزرتک نہ ہو کہ فلاں بات کیسے کہوں جبکہ لوگ سنتے ہی اس کا مذاق اڑانے لگتے ہیں اور فلاں حقیقت کا اظہار کیسے کروں جب کہ کوئی اس کے سنتے تک کاروادار نہیں ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے، تم جسے حق پاتے ہو اسے بے کم و کاست اور بے خوف بیان کیے جاؤ، آگے سب معاملات اللہ کے حوالہ ہیں۔

### ▲ سورۃ ہود حاشیہ نمبر: 14

یہاں ایک ہی دلیل سے قرآن کے کلام اللہ ہونے کا ثبوت بھی دیا گیا ہے اور توحید کا ثبوت بھی۔ استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) اگر تمہارے نزدیک یہ انسانی کلام ہے تو انسان کو ایسے کلام پر قادر ہونا چاہیے، لہذا تمہارا یہ دعویٰ کے میں نے اسے خود تصنیف کیا ہے صرف اسی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے کہ تم ایسی ایک کتاب تصنیف کر کے دکھاؤ۔ لیکن اگر بار بار چیلنج دینے پر بھی تم سب مل کر اس کی نظر پیش نہیں کر سکتے تو میرا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ میں اس کتاب کا مصنف نہیں ہوں بلکہ یہ اللہ کے علم سے نازل ہوئی ہے۔

(۲) پھر جب کہ اس کتاب میں تمہارے معبودوں کی بھی کھلم کھلا مخالفت کی گئی ہے اور صاف صاف کہا گیا ہے کہ ان کی عبادت چھوڑ دو کیونکہ الوہیت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے، تو ضرور ہے کہ تمہارے معبودوں کی بھی (اگر فی الواقع ان میں کوئی طاقت ہے) میرے دعوے کو جھوٹا ثابت کرنے اور اس کتاب کی نظر پیش کرنے میں تمہاری مدد کرنی چاہیے۔ لیکن اگر وہ اس فیصلے کی گھڑی میں بھی تمہاری مدد نہیں کرتے اور تمہارے اندر کوئی ایسی طاقت نہیں پھونکتے کہ تم اس کتاب کی نظر تیار کر سکو، تو اس سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ تم نے خواہ مخواہ ان کو معبود بنار کھا ہے، ورنہ در حقیقت ان کے اندر کوئی قدرت اور کوئی شائیبہ الوہیت نہیں ہے جس کی بنا پر وہ معبود ہونے کے مستحق ہوں۔

اس آیت سے ضمناً یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ یہ سورۃ ترتیب کے اعتبار سے سورہ یونس سے پہلے کی ہے۔ یہاں دس سورتیں بنانے کا چیلنج دیا گیا ہے اور جب وہ اس کا جواب نہ دے سکے تو پھر سورہ یونس میں کہا گیا کہ اچھا ایک ہی سورۃ اس کے مانند تصنیف کر لاؤ۔ (یونس۔ آیت ۳۸ حاشیہ ۲۶)

### ▲ سورۃ ہود حاشیہ نمبر: 15

اس سلسلہ کلام میں یہ بات اس مناسبت سے فرمائی گئی ہے کہ قرآن کی دعوت کو جس قسم کے لوگ اس زمانہ میں رد کر رہے تھے اور آج بھی رد کر رہے ہیں وہ زیادہ تر وہی تھے اور ہیں۔ جن کے دل و دماغ پر دنیا پرستی چھائی ہوئی ہے۔ خدا کے پیغام کو رد کرنے کے لیے جو دلیل بازیاں وہ کرتے ہیں وہ سب تو بعد کی چیزیں ہیں۔ پہلی چیز جو اس انکار کا اصل سبب ہے وہ ان کے نفس کا یہ فیصلہ ہے کہ دنیا اور اس کے مادی فائدوں سے بالاتر کوئی شے قابل قدر نہیں ہے، اور یہ کہ ان فائدوں سے متعہ ہونے کے لیے ان کو پوری آزادی حاصل رہنی چاہیے۔

### ▲ سورۃ ہود حاشیہ نمبر: 16

یعنی جس کے پیش نظر محض دنیا اور اس کا فائدہ ہو، وہ اپنی دنیابنانے کی جیسی کوشش یہاں کرے گا ویسا ہی اس کا پھل اسے یہاں مل جائیگا۔ لیکن جب کہ آخرت اس کے پیش نظر نہیں ہے اور اس کے لیے اس نے کوئی کوشش بھی نہیں کی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی دنیا طلب مساعی کی بار آوری کا سلسلہ آخرت تک دراز ہو۔ وہاں پھل پانے کا امکان تو صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ دنیا میں آدمی کی سعی ان کاموں کے لیے ہو جو آخرت میں بھی نافع ہوں۔ مثال کے طور پر اگر ایک شخص چاہتا ہے کہ ایک شاندار مکان اسے رہنے کے لیے ملے اور وہ اس کے لیے ان تدابیر کو عمل میں لاتا ہے جن سے یہاں مکان بن کرتے ہیں تو ضرور ایک عالی شان محل بن کر تیار ہو جائے گا اور اس کی کوئی اینٹ بھی محض اس بنان پر جمنے

سے انکار نہ کرے گی کہ ایک کافر اسے جمانے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن اس شخص کو اپنا یہ محل اور اس کا سارا سرو سامان موت کی آخری ہنگلی کے ساتھ ہی اس دنیا میں چھوڑ دینا پڑے گا اور اس کی کوئی چیز بھی وہ اپنے ساتھ دوسرے عالم میں نہ لے جاسکے گا۔ اگر اس نے آخرت میں محل تعمیر کرنے کے لیے کچھ نہیں کیا ہے تو کوئی معقول وجہ نہیں کہ اس کا یہ محل وہاں اس کے ساتھ منتقل ہو۔ وہاں کوئی محل وہ پاسکتا ہے تو صرف اس صورت میں پاسکتا ہے جب کہ دنیا میں اس کی سعی ان کاموں میں ہو جن سے قانون الٰہی کے مطابق آخرت کا محل بناتا ہے۔

اب سوال کیا جاسکتا ہے کہ اس دلیل کا تقاضا تو صرف اتنا ہی ہے کہ وہاں اسے کوئی محل نہ ملے۔ مگر یہ کیا بات ہے کہ محل کے بجائے وہاں اسے آگ ملے؟ اس کا جواب یہ ہے (اور یہ قرآن ہی کا جواب ہے جو مختلف موقع پر اس نے دیا ہے) کہ جو شخص آخرت کو نظر انداز کر کے محض دنیا کے لیے کام کرتا ہے وہ لازماً فطرة ایسے طریقوں سے کام کرتا ہے جن سے آخرت میں محل کے بجائے آگ کا الاؤ تیار ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو سورہ یونس، حاشیہ نمبر ۱۲)

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 17 ▲

یعنی جس کو خود اپنے وجود میں اور زمین و آسمان کی ساخت میں اور کائنات کے نظم و نسق میں اس امر کی کھل شہادت مل رہی تھی کہ اس دنیا کا خالق، مالک، پروردگار اور حاکم و فرمانروا صرف ایک خدا ہے، اور پھر انہی شہادتوں کو دیکھ کر جس کا دل یہ گواہی بھی پہلے ہی دے رہا تھا کہ اس زندگی کے بعد کوئی اور زندگی ضرور ہونی چاہیے جس میں انسان اپنے خدا کو اپنے اعمال کا حساب دے اور اپنے کیے کی جزا اور سزا پائے۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 18 ▲

یعنی قرآن، جس نے آکر اس فطری و عقلی شہادت کی تائید کی اور اسے بتایا کہ فی الواقع حقیقت وہی ہے

جس کا نشان آفاق و انس کے آثار میں تونے پایا ہے۔

### سورہ هود حاشیہ نمبر: 19 ▲

سلسلہ کلام کے لحاظ سے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دنیوی زندگی کے ظاہری پہلو پر اور اس کی خوش نمائیوں پر فریفہ ہیں ان کے لیے تو قرآن کی دعوت کو رد کر دینا آسان ہے۔ مگر وہ شخص جو اپنی ہستی اور کائنات کے نظام میں پہلے سے توحید و آخرت کی کھلی شہادت پار ہاتھا، پھر قرآن نے آکر ٹھیک وہی بات کہی جس کی شہادت وہ پہلے سے اپنے اندر بھی پار ہاتھا اور باہر بھی، اور پھر اس کی مزید تائید قرآن سے پہلے آئی ہوئی کتاب آسمانی میں بھی اسے مل گئی، آخر وہ کس طرح اتنی زبردست شہادتوں کی طرف سے آنکھیں بند کر کے ان منکرین کا ہم نوا ہو سکتا ہے؟ اس ارشاد سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نزول قرآن سے پہلے ایمان بالغیب کی منزل سے گزر چکے تھے۔ جس طرح سورہ انعام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ نبی ہونے سے پہلے آثار کائنات کے مشاہدے سے توحید کی معرفت حاصل کر چکے تھے، اسی طرح یہ آیت صاف بتارہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غور و فکر سے اس حقیقت کو پالیا تھا اور اس کے بعد قرآن نے آکر اس کی نہ صرف تصدیق و توثیق کی، بلکہ کا آپ کو حقیقت کا براہ راست علم بھی عطا کر دیا گیا۔

### سورہ هود حاشیہ نمبر: 20 ▲

یعنی یہ کہ اللہ کے ساتھ خدائی اور استحقاق بندگی میں دوسرے بھی شریک ہیں۔ یا یہ کہ خدا کو اپنے بندوں کی ہدایت و ضلالت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور اس نے کوئی کتاب اور کوئی نبی ہماری ہدایت کے لیے نہیں بھیجا ہے بلکہ ہمیں آزاد چھوڑ دیا ہے کہ جو ڈھنگ چاہیں اپنی زندگی کے لیے اختیار کر لیں۔ یا یہ کہے کہ خدا نے ہمیں یو نہی کھیل کے طور پر پیدا کیا اور یو نہی ہم کو ختم کر دے گا، کوئی جواب دہی ہمیں اس

کے سامنے نہیں کرنی ہے اور کوئی جزا و سزا نہیں ہونی ہے۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 21 ▲

یہ عالم آخرت کا بیان ہے کہ وہاں یہ اعلان ہو گا۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 22 ▲

یہ جملہ معتبر ہے کہ جن ظالموں پر وہاں خدا کی لعنت کا اعلان ہو گا وہ وہی لوگ ہوں گے جو آج دنیا میں یہ حرکات کر رہے ہیں۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 23 ▲

یعنی وہ اس سیدھی راہ کو جوان کے سامنے پیش کی جا رہی ہے پسند نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ یہ راہ کچھ ان کی خواہشات نفس اور ان کے جاہلانہ تعصبات اور ان کے اوہام و تخیلات کے مطابق ٹیڑھی ہو جائے تو وہ اسے قبول کریں۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 24 ▲

یہ پھر عالم آخرت کا بیان ہے۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 25 ▲

ایک عذاب خود گراہ ہونے کا۔ دوسرا عذاب دوسروں کو گراہ کرنے اور بعد کی نسلوں کے لیے گراہی کی میراث چھوڑ جانے کا۔ (ملاحظہ ہو سورہ اعراف، حاشیہ نمبر ۳۰)

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 26 ▲

یعنی وہ سب نظریات پادر ہوا ہو گئے جو انہوں نے خدا اور کائنات اور اپنی ہستی کے متعلق گھٹر کئے تھے، اور وہ سب بھروسے بھی جھوٹے ثابت ہوئے جو انہوں نے اپنے معبدوں اور سفارشیوں اور سرپرستوں پر رکھے تھے، اور وہ قیاسات بھی غلط نکلے جو انہوں نے زندگی بعد موت کے بارے میں قائم کیے تھے۔

## ▲ سورۃ ہود حاشیہ نمبر: 27

یہاں عالم آخرت کا بیان ختم ہوا۔

## ▲ سورۃ ہود حاشیہ نمبر: 28

یعنی کیا ان دونوں کا طرز عمل اور آخر کار دونوں کا انجام یکساں ہو سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ جو شخص نہ خود راستہ دیکھتا ہے اور نہ کسی ایسے شخص کی بات ہی سنتا ہے جو اسے راستہ بتا رہا ہو وہ ضرور کہیں ٹھوکر کھائے گا اور کہیں کسی سخت حادثہ سے دوچار ہو گا۔ بخلاف اس کے جو شخص خود بھی راستہ دیکھ رہا ہو اور کسی واقف راہ کی ہدایات سے بھی فائدہ اٹھاتا ہو وہ ضرور اپنی منزل پر بسلامت پہنچ جائے گا۔ بس یہی فرق ان لوگوں کے درمیان بھی ہے جن میں سے ایک اپنی آنکھوں سے بھی کائنات میں حقیقت کی نشانیوں کا مشاہدہ کرتا ہے اور خدا کے بھیجے ہوئے رہنماؤں کی بات بھی سنتا ہے، اور دوسرا نہ خود ہی کی آنکھیں کھلی رکھتا ہے کہ خدا کی نشانیاں اسے نظر آئیں اور نہ پیغمبروں کی بات ہی سن کر دیتا ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ زندگی میں ان دونوں کا طرز عمل یکساں ہو؟ اور پھر کیا وجہ ہے کہ آخر کار ان کے انجام میں فرق نہ ہو؟

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢٥﴾ أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهُ إِنِّي  
أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٢٦﴾ فَقَالَ الْمَلَائِكَةُ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا نَرِيكَ إِلَّا بَشَرًا  
مِثْلَنَا وَمَا نَرِيكَ اتَّبَعُكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَادُلَنَا بِإِرَادَةِ الرَّأْيِ وَمَا نَرِيكَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ  
فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كُذَّابِينَ ﴿٢٧﴾ قَالَ يَقُولُ أَرَعَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَأَتَسْنِيْ رَحْمَةً  
مِنْ عِنْدِهِ فَعُمِّيَّتُ عَلَيْكُمْ أَنْلَزِمْتُكُمُوهَا وَأَنْتُمْ لَهَا كَرِهُونَ ﴿٢٨﴾ وَيَقُولُ لَا  
أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَا لَا طَرِيقٌ إِلَيْهِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَمَا آنَا بِطَارِدٍ الَّذِينَ أَمْنَوْا إِنَّهُمْ مُّلْقُوا  
رَبِّهِمْ وَلَكِنِّي أَرِكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ﴿٢٩﴾ وَيَقُولُ مَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ طَرَدْتُهُمْ أَفَلَا  
تَذَكَّرُونَ ﴿٣٠﴾ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَرَآءُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ وَلَا  
أَقُولُ لِلَّذِينَ تَرَدَّرُّ أَعْيُنُكُمْ لَنْ يُؤْتِيَهُمُ اللَّهُ خَيْرًا طَّالِعُهُمْ بِمَا فِي أَنفُسِهِمْ إِنِّي إِذَا  
لَمْ يَنْلِ الظَّلِيمُونَ ﴿٣١﴾ قَالُوا يَنْوُحُ قَدْ جَدَلْتَنَا فَأَكُثْرَتْ جِدَالَنَا فَاتَّنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ  
مِنَ الصَّدِيقِينَ ﴿٣٢﴾ قَالَ إِنَّمَا يَأْتِيُكُمْ بِهِ اللَّهُ إِنْ شَاءَ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿٣٣﴾ وَلَا يَنْفَعُكُمْ  
نُصْحِيَّ إِنْ أَرَدْتُ أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُغْوِيَكُمْ طَّوْرَبُكُمْ وَإِلَيْهِ  
تُرْجَعُونَ ﴿٣٤﴾ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ إِنِّي افْتَرَيْتُهُ فَعَلَّاجْرَامِيْ وَآنَا بَرِئٌ مِّمَّا تُجْرِمُونَ

## رکو ۲

﴿اُور ایسے ہی حالات تھے جب ہم نے نوحؑ کو اُس کی قوم کی طرف بھیجا تھا۔<sup>29</sup>﴾ اُس نے کہا ﴿”میں تم لوگوں کو صاف صاف خبردار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو ورنہ مجھے اندیشہ ہے کہ تم پر ایک روز دردناک عذاب آئے گا۔<sup>30</sup>﴾ جواب میں اُس کی قوم کے سردار، جنہوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کیا تھا، بولے ” ہمارے نظر میں تو تم اس کے سوا کچھ نہیں ہو کہ بس ایک انسان ہو ہم جیسے۔<sup>31</sup> اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری قوم میں سے بس اُن لوگوں نے جو ہمارے ہاں اراذل تھے بے سوچ سمجھے تمہاری پیروی اختیار کر لی ہے۔<sup>32</sup> اور ہم کوئی چیز بھی ایسی نہیں پاتے جس میں تم لوگ ہم سے کچھ بڑھے ہوئے ہو<sup>33</sup>، بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ ” اس نے کہا ” اے برادرانِ قوم، ذرا سوچو تو سہی کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک کھلی شہادت پر قائم تھا اور پھر اس نے مجھ کو اپنی خاص رحمت سے بھی نواز دیا<sup>34</sup> مگر وہ تم کو نظر نہ آئی تو آخر ہمارے پاس کیا ذریعہ ہے کہ تم ماننا نہ چاہو اور ہم زبردستی اس کو تمہارے سرچپیک دیں؟ اور اے برادرانِ قوم، میں اس کام پر تم سے کوئی مال نہیں مانگتا،<sup>35</sup> میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے۔ اور میں اُن لوگوں کو دھکے دینے سے بھی رہا جنہوں نے میری بات مانی ہے، وہ آپ اپنے رب کے حضور جانے والے ہیں۔<sup>36</sup> مگر میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت برتر ہے ہو۔ اور اے قوم، اگر میں ان لوگوں کو دھتکار دوں تو خدا کی پکڑ سے کون مجھے بچائے گا؟ تم لوگوں کی سمجھ میں کیا اتنی بات بھی نہیں آتی؟ اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں، نہ یہ میرا دعویٰ ہے کہ میں فرشتہ ہوں۔<sup>37</sup> اور یہ بھی میں نہیں کہہ سکتا کہ جن لوگوں کو تمہاری آنکھیں حقارت سے دیکھتی ہیں انہیں اللہ نے کوئی بھلائی نہیں دی۔ ان کے نفس کا حال اللہ ہی بہتر

جانتا ہے۔ اگر میں ابیا کھوں تو ظالم ہوں گا۔“

آخرِ کار ان لوگوں نے کہا کہ ”اے نوح، تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت کر لیا۔ اب تو بس وہ عذاب لے آؤ جس کی تم دھمکی دیتے ہو اگر سچے ہو۔“ نوح نے جواب دیا ”وہ تو اللہ ہی لائے گا، اگر چاہے گا، اور تم اتنا بل بو تا نہیں رکھتے کہ اسے روک دو۔ اب اگر میں تمہاری کچھ خیر خواہی کرنا بھی چاہوں تو میری خیر خواہی تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتی جب کہ اللہ ہی نے تمہیں بھٹکا دینے کا ارادہ کر لیا ہو،<sup>38</sup> وہی تمہارا رب ہے اور اُسی کی طرف تمہیں پلٹنا ہے۔“

اے محمد، کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے یہ سب کچھ خود گھٹر لیا ہے؟ ان سے کہو ”اگر میں نے یہ خود گھٹرا ہے تو مجھ پر اپنے جرم کی ذمہ داری ہے، اور جو جرم تم کر رہے ہو اس کی ذمہ داری سے میں بری ہوں۔<sup>39</sup>“

### ▲ سورۃ هود حاشیہ نمبر: 29

مناسب ہو کہ اس موقع پر سورہ اعراف رکوع ۸ کے حواشی پیش نظر رکھے جائیں۔

### ▲ سورۃ هود حاشیہ نمبر: 30

یہ وہی بات ہے جو اس سورہ کے آغاز میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ادا ہوئی ہے۔

### ▲ سورۃ هود حاشیہ نمبر: 31

وہی جاہلانہ اعتراض جو مکہ کے لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں پیش کرتے تھے کہ جو شخص ہماری ہی طرح کا ایک معمولی انسان ہے، کھاتا پیتا ہے، چلتا پھرتا ہے، سوتا اور جاگتا ہے، بال بچے رکھتا ہے، آخر ہم کیسے مان لیں کہ وہ خدا کی طرف سے پیغمبر مقرر ہو کر آیا ہے۔ (ملاحظہ ہو سورہ لیں، حاشیہ نمبر ۱۱)۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 32 ▲

یہ بھی وہی بات ہے جو مکہ کے بڑے لوگ اور اونچے طبقے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہتے تھے کہ ان کے ساتھ ہے کون؟ یا تو چند سر پھرے لڑکے ہیں جنہیں دنیا کا کچھ تجربہ نہیں، یا کچھ غلام اور ادنیٰ طبقہ کے عوام ہیں جو عقل سے کورے اور ضعیف الاعتقاد ہوتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو سورہ انعام، حواشی نمبر ۳۴ تا ۷۸ سورہ یونس، حاشیہ نمبر ۸۷)۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 33 ▲

یعنی یہ جو تم کہتے ہو کہ ہم پر خدا کا فضل ہے اور اس کی رحمت ہے اور وہ لوگ خدا کے غضب میں مبتلا ہیں جنہوں نے ہمارا راستہ اختیار نہیں کیا ہے، تو اس کی کوئی علامت ہمیں نظر نہیں آتی۔ فضل اگر ہے تو ہم پر ہے کہ مال و دولت اور خدم و حشم رکھتے ہیں اور ایک دنیا ہماری سرداری مان رہی ہے۔ تم طٹ پو نجیے لوگ آخر کس چیز میں ہم سے بڑھے ہوئے ہو کہ تمہیں خدا کا چھپتا سمجھا جائے۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 34 ▲

یہ وہی بات ہے جو ابھی پچھلے رکوع میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوائی جا چکی ہے کہ پہلے میں خود آفاق و نفس میں خدا کی نشانیاں دیکھ کر توحید کی حقیقت تک پہنچ چکا تھا، پھر خدا نے اپنی رحمت (یعنی وحی) سے مجھے نوازا اور ان حقیقوں کا برآ راست علم مجھے بخش دیا جن پر میرا دل پہلے سے گواہی دے رہا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام پیغمبر نبوت سے قبل اپنے غور و فکر سے ایمان بالغیب حاصل کر چکے ہوتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ ان کو منصب نبوت عطا کرتے وقت ایمان بالشهادة عطا کرتا تھا۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 35 ▲

یعنی میں ایک بے غرض ناصح ہوں۔ اپنے کسی فائدے کے لیے نہیں بلکہ تمہارے ہی بھلے کے لیے یہ ساری مشقتیں اور تکلیفیں برداشت کر رہا ہوں۔ تم کسی ایسے ذاتی مفاد کی نشان دہی نہیں کر سکتے جو اس امر حق کی

دعوت دینے میں اور اس کے لیے جان توڑ مختنیں کرنے اور مصیبتیں جھیلنے میں میرے پیش نظر ہو۔  
(ملاحظہ ہو المونون، حاشیہ ۷۰۔ لیں حاشیہ ۷۱۔ الشوری، حاشیہ ۳۱)

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 36 ▲

یعنی ان کی قدر و قیمت جو کچھ بھی ہے وہ ان کے رب کو معلوم ہے اور اسی کے حضور جا کر وہ کھلے گی۔ اگر یہ قیمتی جواہر ہیں تو میرے اور تمہارے پھینک دینے سے پتھر نہ ہو جائیں گے، اور اگر یہ بے قیمت پتھر ہیں تو ان کے مالک کو اختیار ہے کہ انہیں جہاں چاہے پھینکے۔ (ملاحظہ ہو الانعام، آیت ۵۲۔ الکھف، آیت ۲۸)

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 37 ▲

یہ اس بات کا جواب ہے کہ جو مخالفین نے کہی تھی کہ ہمیں تو تم بس اپنے ہی جیسے ایک انسان نظر آتے ہو۔ اس پر حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ واقعی میں ایک انسان ہی ہوں، میں نے انسان کے سوا کچھ اور ہونے کا دعویٰ کب کیا تھا کہ تم مجھ پر یہ اعتراض کرتے ہو۔ میرا دعویٰ جو کچھ ہے وہ تو صرف یہ ہے کہ خدا نے مجھے علم و عمل کا سیدھا راستہ دکھایا ہے۔ اس کی آزمائش تم جس طرح چاہو کر لو۔ مگر اس دعوے کی آزمائش کا آخر یہ کون سا طریقہ ہے کہ کبھی تم مجھ سے غیب کی خبریں پوچھتے ہو، اور کبھی ایسے عجیب مطابے کرتے ہو گویا خدا کے خزانوں کی ساری کنجیاں میرے پاس ہیں، اور کبھی اس بات پر اعتراض کرتے ہو کہ میں انسانوں کی طرح کھاتا پیتا اور چلتا پھرتا ہوں، گویا میں نے فرشتہ ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ جس آدمی نے عقائد، اخلاق اور تہذیں میں صحیح رہبری کا دعویٰ کیا ہے اس سے ان چیزوں کے متعلق جو چاہو پوچھو، مگر تم عجیب لوگ ہو جو اس سے پوچھتے ہو کہ فلاں شخص کی بھیں کڑا جنے گی یا پڑیا۔ گویا انسانی زندگی کے لیے صحیح اصول اخلاق و تہذیں بتانے کا کوئی تعلق بھیں کے حمل سے بھی ہے! (ملاحظہ ہو سورہ الانعام، حاشیہ نمبر ۳۲، ۳۱)

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 38 ▲

یعنی اگر اللہ نے تمہاری ہٹ دھرمی، شرپسندی اور خیر سے بے رغبتی دیکھ کر یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ تمہیں راست روی کی توفیق نہ دے اور جن را ہوں میں تم خود بھٹکنا چاہتے ہو انہی میں تم کو بھٹکا دے تواب تمہاری بھلائی کے لیے میری کوئی کوشش کا رگر نہیں ہو سکتی۔

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 39 ▲

انداز کلام سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے حضرت نوح علیہ السلام کا یہ قصہ سنتے ہوئے مخالفین نے اعتراض کیا ہوا گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ قصے بنابنا کر اس لیے پیش کرتا ہے کہ انہیں ہم پر چسپاں کرے۔ جو چوٹیں وہ ہم پر براہ راست نہیں کرنا چاہتا ان کے لیے ایک قصہ گھٹرتا ہے اور اس طرح ”در حدیث دیگر اں“ کے انداز میں ہم پر چوٹ کرتا ہے۔ لہذا سلسلہ کلام توڑ کر ان کے اعتراض کا جواب اس فقرے میں دیا گیا۔

واقعہ یہ ہے کہ گھٹیا قسم کے لوگوں کا ذہن ہمیشہ بات کے برے پہلو کی طرف جایا کرتا ہے اور اچھائی سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی کہ بات کے اچھے پہلو پر ان کی نظر جاسکے۔ ایک شخص نے اگر کوئی حکمت کی بات کہی ہے یا وہ تمہیں کوئی مفید سبق دے رہا ہے یا تمہاری کسی غلطی پر تم کو متنبہ کر رہا ہے تو اس سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنی اصلاح کرو۔ مگر گھٹیا آدمی ہمیشہ اس میں برائی کا کوئی ایسا پہلو تلاش کرے گا جس سے حکمت اور نصیحت پر پانی پھیر دے اور نہ صرف خود اپنی برائی پر قائم رہے بلکہ قائل کے ذمے بھی الٹی کچھ برائی لگادے۔ بہتر سے بہتر نصیحت بھی ضائع کی جا سکتی ہے اگر سننے والا اسے خیر خواہی کے بجائے ”چوٹ“ کے معنی میں لے اور اس کا ذہن اپنی غلطی کے احساس و ادراک کے بجائے برامانے کی طرف چل پڑے۔ پھر اس قسم کے لوگ ہمیشہ اپنی فکر کی بنابرائی ایک بنیادی بدگمانی پر رکھتے ہیں۔ جس بات کے حقیقت

واقعی ہونے اور ان بناؤٹی داستان ہونے کا یکساں امکان ہو، مگر وہ ٹھیک ٹھیک تمہارے حال پر چسپاں ہو رہی ہو اور اس میں تمہاری کسی غلطی کی نشان دہی ہوتی ہو، تو تم ایک دانش مند آدمی ہو گے اگر اسے ایک واقعی حقیقت سمجھ کر اس کے سبق آموز پہلو سے فائدہ اٹھاؤ گے، اور محض ایک بد گمان و کج نظر آدمی ہو گے اگر کسی ثبوت کے بغیر یہ الزام لگادو گے کہ قائل نے محض ہم پر چسپاں کرنے کے لیے یہ قصہ تصنیف کر لیا ہے۔ اسی بنا پر یہ فرمایا کہ اگر یہ داستان میں نے گھڑی ہے تو اپنے جرم کا میں ذمہ دار ہوں، لیکن جس جرم کا تم ارتکاب کر رہے ہو وہ تو اپنی جگہ قائم ہے اور اس کی ذمہ داری میں تم ہی پکڑے جاؤ گے نہ کے میں۔

وَأُولَئِنَّى نُوحٍ أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ أَمَنَ فَلَا تَبْتَسِّسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ

وَاصْنَعْ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوْحِنَا وَلَا تُخَاطِبِنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُغْرِقُونَ

وَيَصْنَعْ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأْ مِنْ قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ قَالَ إِنْ تَسْخِرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخِرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخِرُونَ فَسُوفَ تَعْلَمُونَ مِنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيَهُ وَيَحْلِلُ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُورُ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلِّ ذُوْجِينِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ أَمَنَ وَمَا أَمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرِبَهَا وَمُرْسَهَا إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ وَهِيَ تَحْرِيُّ بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَاحِبَّا وَنَادَى نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يُبَيْنَى ارْكَبْ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكُفَّارِينَ قَالَ سَأُوَيَّ إِلَى جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرِقِينَ وَقِيلَ يَأْرُضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيُسَاءِءُ أَقْلِعِي وَغِيْضَ الْمَاءِ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوْتَ عَلَى أَجْوَدِي وَقِيلَ بَعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّلِيمِينَ وَنَادَى نُوحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنْتَ أَحْكَمُ الْحَكَمِينَ قَالَ يُنُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ

غَيْرُ صَالِحٍ ﴿٣٦﴾ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ أَعِظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَهِلِينَ  
 قَالَ رَبِّي إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَإِلَّا تَعْفِرْ لِي وَتَرْحِمْنِي أَكُنْ مِنَ  
 الْخُسِيرِينَ ﴿٣٧﴾ قِيلَ يَنْوُحُ اهْبِطْ بِسْلِيمٍ مِنَّا وَبَرَكْتِ عَلَيْكَ وَعَلَى أُمَّمٍ مِمَّنْ مَعَكَ وَأَمَّمْ  
 سَنْتَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمْسُّهُمْ مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٣٨﴾ تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْجِيْهَا إِلَيْكَ مَا  
 كُنْتَ تَعْلَمُهَا آنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هَذَا ثُفَاصِبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٣٩﴾

## رکو٦ ۲

نوحؑ پر وحی کی گئی کہ تمہاری قوم میں سے جو لوگ ایمان لا چکے بس وہ لا چکے، اب کوئی ماننے والا نہیں ہے۔ ان کے کرتوں پر غم کھانا چھوڑو اور ہماری فُلگرانی میں ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بنانی شروع کر دو۔ اور دیکھو، جن لوگوں نے ظلم کیا ہے اُن کے حق میں مجھ سے کوئی سفارش نہ کرنا، یہ سارے کے سارے اب ڈوبنے والے ہیں۔<sup>40</sup>

نوحؑ کشتی بنارہاتھا اور اس کی قوم کے سرداروں میں سے جو کوئی اس کے پاس سے گزرتا تھا وہ اس کا مذاق اڑاتا تھا۔ اس نے کہا ”ہر اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم بھی تم پر ہنس رہے ہیں، عنقریب تمہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ کس پر وہ عذاب آتا ہے جو اسے رُسوَا کر دے گا اور کس پر وہ بلاٹوٹ پڑتی ہے جو ٹالے نہ ٹلے گی۔<sup>41</sup>

یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آگیا اور وہ تنور اُبل پڑا<sup>42</sup> تو ہم نے کہا ”ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا کشتی میں رکھ لو، اپنے گھر والوں کو بھی۔۔۔ سوائے اُن اشخاص کے جن کی نشان دہی پہلے کی جا چکی ہے<sup>43</sup>۔۔۔ اس میں سوار کر دو اور ان لوگوں کو بھی بٹھالو جو ایمان لائے ہیں۔<sup>44</sup>“ اور تھوڑے ہی لوگ تھے جو نوحؑ کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ نوحؑ نے کہا ”سوار ہو جاؤ اس میں، اللہ ہی کے نام سے ہے اس کا چلنا بھی اور اس کا ٹھہرنا بھی، میرا رب بڑا غفور و رحیم ہے۔<sup>45</sup>

کشتی ان لوگوں کو لیے چلی جا رہی تھی اور ایک ایک موج پہاڑ کی طرح اٹھ رہی تھی۔ نوحؑ کا بیٹا دور فاصلے پر تھا۔ نوحؑ نے پکار کر کہا ”بیٹا، ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ، کافروں کے ساتھ نہ رہ۔“ اُس نے پلٹ کر جواب

دیا۔” میں ابھی ایک پہاڑ پر چڑھا جاتا ہوں جو مجھے پانی سے بچا لے گا۔“ نوحؐ نے کہا ”آج کوئی چیز اللہ کے حکم سے بچانے والی نہیں ہے سوائے اس کے کہ اللہ ہی کسی پر رحم فرمائے۔“ اتنے میں ایک موچ دونوں کے درمیان حائل ہو گئی اور وہ بھی ڈوبنے والوں میں شامل ہو گیا۔

حکم ہوا ”اے زمین، اپنا سارا پانی لੱگل جا اور اے آسمان، رُک جا۔“ چنانچہ پانی زمین میں بیٹھ گیا، فیصلہ چکا دیا گیا، کشتی جودی پر طیک <sup>46</sup> گئی، اور کہہ دیا گیا کہ ذور ہوئی ظالموں کی قوم!

نوحؐ نے اپنے رب کو پکارا۔ کہا ”اے رب، میرا بیٹھا میرے گھروں والوں میں سے ہے اور تیر او عدہ سچا ہے <sup>47</sup> اور تو سب حاکموں سے بڑا اور بہتر حاکم ہے۔“ <sup>48</sup> جواب میں ارشاد ہوا ”اے نوحؐ، وہ تیرے گھروں والوں میں سے نہیں ہے، وہ تو ایک بگڑا ہوا کام ہے <sup>49</sup>، الہذا تو اُس بات کی مجھ سے درخواست نہ کر جس کی حقیقت تو نہیں جانتا، میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے آپ کو جاہلوں کی طرح نہ بنالے۔“ <sup>50</sup> نوحؐ نے فوراً عرض کیا ”اے میرے رب، میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ چیز تجھ سے مانگوں جس کا مجھے علم نہیں۔ اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور رحم نہ فرمایا تو میں بر باد ہو جاؤں گا۔“ <sup>51</sup>

حکم ہوا ”اے نوحؐ اتر جا <sup>52</sup>، ہماری طرف سے سلامتی اور برکتیں ہیں تجھ پر اور ان گروہوں پر جو تیرے ساتھ ہیں، اور کچھ گروہ ایسے بھی ہیں جن کو ہم کچھ مدت سامانِ زندگی بخشیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔“

اے محمدؐ، یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے نہ تم ان کو جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم۔ پس صبر کرو، انجام کار متقيوں ہی کے حق میں ہے۔<sup>53</sup>

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 40 ▲

اس سے معلوم ہوا کہ جب نبی کا پیغام کسی قوم کو پہنچ جائے تو اسے صرف اس وقت تک مهلت ملتی ہے جب تک اس میں کچھ بھلے آدمیوں کے نکل آنے کا امکان باقی ہو۔ مگر جب اس کے صالح اجزاء سب نکل چکتے ہیں اور وہ صرف فاسد عناصر ہی کا مجموعہ رہ جاتی ہے تو اللہ اس قوم کو پھر کوئی مهلت نہیں دیتا اور اس کی رحمت کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ سڑے ہوئے بچلوں کے اس ٹوکرے کو دور پھینک دیا جائے تاکہ وہ اپھے بچلوں کو بھی خراب نہ کر دے۔ پھر اس پر رحم کھانا ساری دنیا کے ساتھ اور آنے والی نسلوں کے ساتھ بے رحمی ہے۔

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 41 ▲

یہ ایک عجیب معاملہ ہے جس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان دنیا کے ظاہر سے کس قدر دھوکا کھاتا ہے۔ جب نوح علیہ السلام دریا سے بہت دور خشکی پر اپنا جہاز بنارہے ہوں گے تو فی الواقع لوگوں کو یہ ایک نہایت مضنكہ خیز فعل محسوس ہوتا ہو گا اور وہ ہنس کر کہتے ہوں گے کہ بڑے میاں کی دیوانگی آخر کو یہاں تک پہنچی کہ اب آپ خشکی میں جہاز چلانیں گے۔ اس وقت کسی کے خواب و خیال میں بھی بات نہ آسکتی ہوگی کہ چند روز بعد واقعی یہاں جہاز چلے گا۔ وہ اس فعل کو حضرت نوح علیہ السلام کی خرابی دماغ کا ایک صریح ثبوت قرار دیتے ہوں گے اور ایک ایک سے کہتے ہوں گے کہ اگر پہلے تمہیں اس شخص کے پاگل پن میں کچھ شبہ تھا تو اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو کہ یہ کیا حرکت کر رہا ہے۔ لیکن جو شخص حقیقت کا علم رکھتا تھا اور جسے معلوم تھا کہ کل یہاں جہاز کی کیا ضرورت پیش آنے والی ہے اسے ان لوگوں کی جہالت و بے خبری پر اور پھر ان کے احمقانہ اطمینان پر الٹی ہنسی آتی ہوگی اور وہ کہتا ہو گا کہ کس قدر نادان ہیں یہ لوگ کہ شامت ان کے سر پر تملی کھڑی ہے، میں انہیں خبردار کر چکا ہوں کہ وہ بس آیا چاہتی ہے اور ان کی

آنکھوں کے سامنے اس سے بچنے کی تیاری بھی کر رہا ہوں، مگر یہ مطمئن بیٹھے ہیں اور الٹا مجھے دیوانہ سمجھ رہے ہیں۔ اس معاملہ کو اگر پھیلا کر دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ دنیا کے ظاہر و محسوس پہلو کے لحاظ سے عقلمندی و بے وقوفی کا جو معیار قائم کیا جاتا ہے وہ اس معیار سے کس قدر مختلف ہوتا ہے جو علم حقیقت کے لحاظ سے قرار پاتا ہے۔ ظاہر بین آدمی جس چیز کو انتہائی دانش مندی سمجھتا ہے وہ حقیقت شناس آدمی کی نگاہ میں انتہائی بے وقوفی ہوتی ہے، اور ظاہر بین کے نزدیک جو چیز بالکل لغو، سراسر دیوائی اور نرا مضخلہ ہوتی ہے، حقیقت شناس کے لیے وہی کمال دانش، انتہائی سنجیدگی اور عین مقتضائے عقل ہوتی ہے۔

### ▲ 42 سورہ ہود حاشیہ نمبر:

اس کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک صحیح وہی ہے جو قرآن کے صریح الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے کہ طوفان کی ابتداء ایک خاص تنور سے ہوئی جس کے نیچے سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا، پھر ایک طرف آسمان سے موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور دوسری طرف زمین میں جگہ جگہ سے چشمہ پھوٹنے لگے۔ یہاں صرف تنور کے ابل پڑنے کا ذکر ہے اور آگے چل کر بارش کی طرف بھی اشارہ ہے۔ مگر سورہ قمر میں اس کی تفصیل دی گئی ہے کہ **فَفَتَحْنَا آبُواَبَ السَّمَاءِ بِمَا إِمْْنَاهُمْ وَفَجَرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِّرَ**۔ ”ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے جن سے لگاتار بارش برنسے لگی اور زمین کو پھاڑ دیا کہ ہر طرف چشمے پھوٹ نکلے اور یہ دونوں طرح کے پانی اس کام کو پورا کرنے کے لیے مل گئے جو مقدر کر دیا گیا تھا۔“ نیز لفظ تنور پر الفلام داخل کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص تنور کو اس کام کی ابتداء کے لیے نامزد فرمایا تھا جو اشارہ پاتے ہی ٹھیک اپنے وقت پر ابل پڑا اور بعد میں طوفان والے تنور کی حیثیت سے معروف ہو گیا، سورہ مومنون آیت ۷۲ میں تصریح ہے کہ اس تنور کو پہلے سے نامزد کر دیا گیا تھا۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 43 ▲

یعنی تمہارے گھر کے جن افراد کے متعلق پہلے بتایا جا چکا ہے کہ وہ کافر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق نہیں ہیں انہیں کشتی میں نہ بٹھاؤ۔ غالباً یہ دو ہی شخص تھے۔ ایک حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا جس کے غرق ہونے کا ابھی ذکر آتا ہے۔ دوسری حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی جس کا ذکر سورہ تحریم میں آیا ہے۔ ممکن ہے کہ دوسرے افراد خاندان بھی ہوں مگر قرآن میں ان کا ذکر نہیں ہے۔

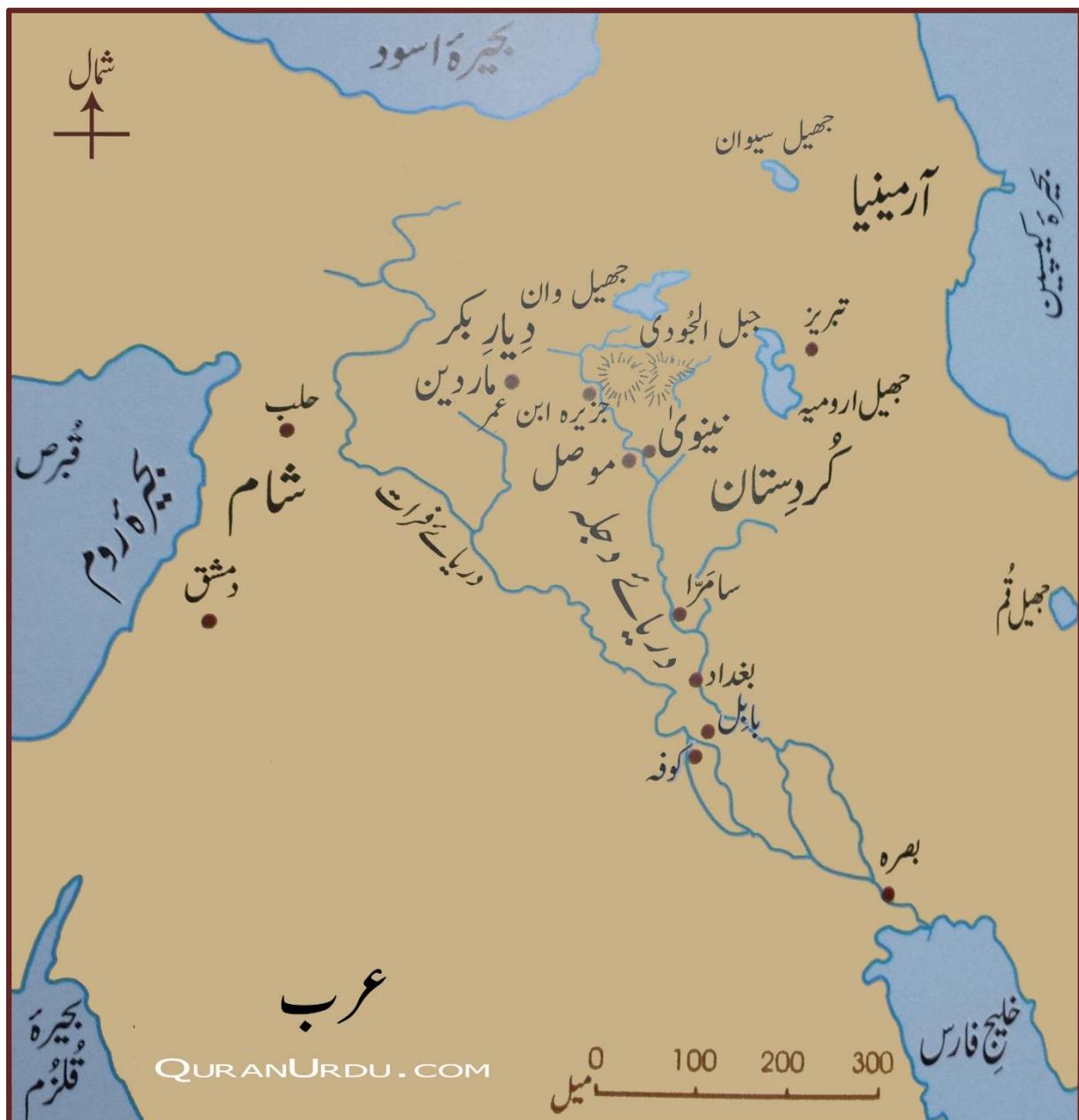
### سورة ہود حاشیہ نمبر: 44 ▲

اس سے ان موئرخین اور علماء انساب کے نظریہ کی تردید ہوتی ہے جو تمام انسانی نسلوں کا شجرہ نسب حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں تک پہنچاتے ہیں۔ دراصل اسرائیلی روایات نے یہ غلط فہمی پھیلا دی ہے کہ اس طوفان سے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے تین بیٹوں اور ان کی بیویوں کے سوا کوئی نہ بچا تھا (ملاحظہ ہو باسیبل کی کتاب پیدائش ۶: ۱۸ و ۷: ۹ و ۱۹)۔ لیکن قرآن متعدد مقامات پر اس کی تصریح کرتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے خاندان کے سوا ان کی قوم کی ایک معتمدہ تعداد کو بھی اگرچہ وہ تھوڑی تھی، اللہ نے طوفان سے بچالیا تھا۔ نیز قرآن بعد کی نسلوں کو صرف نوح علیہ السلام کی اولاد نہیں بلکہ ان سب لوگوں کو اولاد قرار دیتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کشتی میں بٹھایا تھا، ذریّة مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ (بنی اسرائیل آیت ۳) اور مِنْ ذریّة أَدَمَ وَمِنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ (مریم، آیت ۵۸)۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 45 ▲

یہ ہے مومن کی اصلی شان۔ وہ عالم اسباب میں ساری تدبیر قانون فطرت کے مطابق اسی طرح اختیار کرتا ہے جس طرح اہل دنیا کرتے ہیں، مگر اس کا بھروسہ ان تدبیروں پر نہیں بلکہ اللہ پر ہوتا ہے اور وہ خوب سمجھتا ہے

# قوم نوحؐ کا علاقہ اور جبل جُودی



کہ اس کی کوئی تدبیر نہ تو ٹھیک شروع ہو سکتی ہے، نہ ٹھیک چل سکتی ہے اور نہ آخری مطلوب تک پہنچ سکتی ہے جب تک اللہ کا فضل اور اس کار حم و کرم شامل حال نہ ہو۔

### ▲ سورہ هود حاشیہ نمبر: 46

جودی پہاڑ کر دستان کے علاقہ میں جزیرہ ابن عمر کے شمالی مشرقی جانب واقع ہے۔ بائبل میں اس کشتی کے ٹھیرنے کی جگہ اراراط بتائی گئی ہے جو ارمینیا کے ایک پہاڑ کا نام بھی ہے اور ایک سلسلہ کوہستان کے نام بھی۔ سلسلہ کوہستان کے معنی میں جس کو اراراط کہتے ہیں وہ آرمینیا کی سطح مرتفع سے شروع ہو کر جنوب میں کر دستان تک چلتا ہے اور جبل الجودی اسی سلسلے کا ایک پہاڑ ہے جو آج بھی جودی ہی کے نام سے مشہور ہے۔ قدیم تاریخوں میں کشتی کے ٹھیرنے کی بھی جگہ بتائی گئی ہے۔ چنانچہ مسیح علیہ السلام سے ڈھانی سو بر س پہلے بابل کے ایک مذہبی پیشوایر اس (Berasus) نے پرانی کلدانی روایات کی بنابر اپنے ملک کی جو تاریخ لکھی ہے اس میں وہ کشتی نوح کے ٹھیرنے کا مقام جودی ہی بتاتا ہے۔ ارسٹو کاشا گردابیڈ نیوس بھی اپنی تاریخ میں اس کی تصدیق کرتا ہے۔ نیز وہ اپنے زمانہ کا حال بیان کرتا ہے کہ عراق میں بہت سے لوگوں کے پاس اس کشتی کے ٹکڑے محفوظ ہیں جنہیں وہ گھول گھول کر بیماروں کو پلاتے ہیں۔

یہ طوفان جس کا ذکر بیہاں کیا گیا ہے، عالمگیر طوفان تھا یا اس خاص علاقے میں آیا تھا جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم آباد تھی؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا فیصلہ آج تک نہیں ہوا۔ اسرائیلی روایات کی بنابر عام خیال یہی ہے کہ یہ طوفان تمام روئے زمین پر آیا تھا (پدائش 7:18-24) مگر قرآن میں یہ بات کہیں نہیں کہی گئی ہے۔ قرآن کے اشارات سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ بعد کی انسانی نسلیں انہی لوگوں کی اولاد سے ہیں جو طوفان نوح سے بچا لیے گئے تھے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ طوفان تمام روئے زمین پر آیا ہو، کیونکہ یہ بات اس طرح بھی صحیح ہو سکتی ہے کہ اس وقت بنی آدم کی آبادی اسی خطہ تک محدود رہی

ہو جہاں طوفان آیا تھا، اور طوفان کے بعد جو نسلیں پیدا ہوئی ہوں وہ بتدریج تمام دنیا میں پھیل گئی ہوں۔ اس نظریہ کی تائید دو چیزوں سے ہوتی ہے ایک یہ کہ دجلہ و فرات کی سر زمین میں تو ایک زبردست طوفان کا ثبوت تاریخی روایات سے آثار قدیمہ سے اور طبقات الارض سے ملتا ہے۔ لیکن روئے زمین کے تمام خطوں میں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا جس سے کسی عالمگیر طوفان کا یقین کیا جاسکے۔ دوسرے یہ کہ روئے زمین کی اکثر ویشتر قوموں میں ایک طوفان عظیم کی روایات قدیم زمانے سے مشہور ہیں، حتیٰ کہ آسٹریلیا، امریکہ اور نیو گنی جیسے دور دراز علاقوں کی پرانی روایات میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ کسی وقت ان سب قوموں کے آباء و اجداد ایک ہی خطے میں آباد ہوں گے جہاں یہ طوفان آیا تھا۔ اور پھر جب ان کی نسلیں زمین کے مختلف حصوں میں پھیلیں تو یہ روایات ان کے ساتھ گئیں۔ (ملاحظہ ہو سورہ اعراف حاشیہ نمبر 47)

### سورة هود حاشیہ نمبر: 47

یعنی تو نے وعدہ کیا تھا کہ میرے گھروں کو اس تباہی سے بچالے گا، تو میرا بیٹا بھی میرے گھروں ہی میں سے ہے، لہذا اسے بھی بچالے۔

### سورة هود حاشیہ نمبر: 48

یعنی تیرافیصلہ آخری فیصلہ ہے جس کا کوئی اپیل نہیں۔ اور توجو فیصلہ بھی کرتا ہے خالص علم اور کام انصاف کے ساتھ کرتا ہے۔

### سورة هود حاشیہ نمبر: 49

یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص کے جسم کا کوئی عضو سڑ گیا ہو اور ڈاکٹر نے اس کو کاٹ پھینکنے کا فیصلہ کیا ہو۔ اب وہ مریض ڈاکٹر سے کہتا ہے کہ یہ تو میرے جسم کا ایک حصہ ہے اسے کیوں کاٹتے ہو۔ اور ڈاکٹر اس کے جواب میں کہتا ہے کہ یہ تمہارے جسم کا حصہ نہیں ہے کیوں کہ یہ سڑ چکا ہے۔ اس جواب کا مطلب یہ نہ

ہو گا کہ فی الواقع وہ سڑا ہوا عضو جسم سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کا مطلب دراصل یہ ہو گا کہ تمہارے جسم کے لیے جو اعضا مطلوب ہیں وہ تندرست اور کارآمد اعضاء ہیں نہ کہ سڑے ہوئے اعضا جو خود بھی کسی کام کے نہ ہوں اور باقی جسم کو بھی خراب کر دینے والے ہوں۔ لہذا جو عضو بگڑچکا ہے وہ اب اس مقصد کے لحاظ سے تمہارے جسم کا ایک حصہ نہیں رہا جس کے لیے اعضاء سے جسم کا تعلق مطلوب ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح ایک صالح باپ سے یہ کہنا کہ یہ بیٹا تمہارے گھروالوں میں سے نہیں ہے کیونکہ اخلاق و عمل کے لحاظ سے بگڑچکا ہے، یہ معنی نہیں رکھتا کہ اس کے بیٹا ہونے کی نفی کی جا رہی ہے، بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ بگڑا ہوا انسان تمہارے صالح خاندان کا فرد نہیں ہے۔ وہ تمہارے نسبی خاندان کا ایک رکن ہو تو ہوا کرے مگر تمہارے اخلاقی خاندان سے اس کا کوئی رشتہ نہیں۔ اور آج جو فیصلہ کیا جا رہا ہے وہ نسلی یا قومی نزاع کا نہیں ہے کہ ایک نسل والے بچائے جائیں اور دوسری نسل والے غارت کر دیے جائیں، بلکہ یہ کفر و ایمان کی نزاع کا فیصلہ ہے جس میں صرف صالح بچائے جائیں گے اور فاسد مٹادیے جائیں گے۔

بیٹے کو بگڑا ہوا کام کہہ کر ایک اور اہم حقیقت کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے۔ ظاہر بین آدمی اولاد کو صرف اس لیے پرورش کرتا ہے اور اسے محبوب رکھتا ہے کہ وہ اس کی صلب سے یا اس کے پیٹ سے پیدا ہوئی ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ صالح ہو یا غیر صالح، لیکن مومن کی نگاہ تو حقیقت پر ہونی چاہیے۔ اسے تو اولاد کو اس نظر سے دیکھنا چاہیے کہ یہ چند انسان ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فطری طریقہ سے میرے سپرد کیا ہے تاکہ ان کو پال پوس کر اور تربیت دے کر اس مقصد کے لیے تیار کروں جس کے لیے اللہ نے دنیا میں انسان کو پیدا کیا ہے۔ اب اگر اس کی تمام کوششوں اور محتنوں کے باوجود کوئی شخص جو اس کے گھر پیدا ہوا تھا۔ اس مقصد کے لیے تیار نہ ہو سکا اور اپنے اس رب ہی کاوفادر خادم نہ بن جس نے اس کو مومن باپ کے

حوالے کیا تھا، تو اس بات کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اس کی ساری محنت و کوشش ضائع ہو گئی، پھر کوئی وجہ نہیں کہ ایسی اولاد کے ساتھ اسے کوئی دل بستگی ہو۔

پھر جب یہ معاملہ اولاد جیسی عزیز ترین چیز کے ساتھ ہے تو دوسرے رشتہ دار کے متعلق مومن کا فقط نظر جو کچھ ہو سکتا ہے ہو ظاہر ہے۔ ایمان ایک فکری و اخلاقی صفت ہے۔ مومن اسی صفت کے لحاظ سے مومن کہلاتا ہے۔ دوسرے انسانوں کے ساتھ مومن ہونے کی حیثیت سے اس کا کوئی رشتہ بجز اخلاقی و ایمانی رشتہ کے نہیں ہے۔ گوشت پوسٹ کے رشتہ دار اگر اس صفت میں اس کے ساتھ شریک ہیں تو یقیناً وہ اس کے رشتہ دار ہیں، لیکن اگر وہ اس صفت سے خالی ہیں تو مومن محض گوشت پوسٹ کی حد تک ان سے تعلق رکھے گا، اس کا قلبی و روحی تعلق ان سے نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ایمان و کفر کی نزاع میں وہ مومن کے مقابل آئیں تو اس کے لیے وہ اور اجنبی کافر یکساں ہوں گے۔

### ▲ سورۃ ہود حاشیہ نمبر: 50

اس ارشاد کو دیکھ کر کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے اندر روح ایمان کی کمی تھی، یا ان کے ایمان میں جاہلیت کا کوئی شایبہ تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی انسان ہی ہوتے ہیں اور کوئی انسان بھی اس پر قادر نہیں ہو سکتا کہ ہر وقت اس بلند ترین معیار کمال پر قائم رہے جو مومن کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ بسا اوقات کسی نازک نفسیاتی موقع پر نبی جیسا اعلیٰ و اشرف انسان بھی تھوڑی دیر کے لیے اپنی بشری کمزوری سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ لیکن جو نہیں کہ اسے یہ احساس ہوتا ہے، یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے احساس کر دیا جاتا ہے کہ اس کا قدم معیار مطلوب سے نیچے جا رہا ہے، وہ فوراً توبہ کرتا ہے اور اپنی غلطی کی اصلاح کرنے میں اس ایک لمحہ کے لیے بھی تامل نہیں ہوتا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی اخلاقی رفتہ کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ ابھی جان جوان بیٹا آنکھوں کے سامنے غرق ہوا ہے اور

اس نظارہ سے کیجہ منہ کو آرہا ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ انہیں متنبہ فرماتا ہے کہ جس بیٹے نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا اس کو محض اس لیے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے، تو وہ فوراً اپنے دل کے زخم سے بے پرواہ کر اس طرز فکر کی طرف پلٹ آتے ہیں جو اسلام کا مقضیا ہے۔

### ▲ سورۃ ہود حاشیہ نمبر: 51

پسر نوح علیہ السلام کا یہ قصہ بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے نہایت موثر پیرایہ میں یہ بتایا ہے کہ اس کا انصاف کس قدر بے لاغ اور اس کا فیصلہ کیسا دلوک ہوتا ہے۔ مشرکین مکہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم خواہ کیسے ہی کام کریں، مگر ہم پر خدا کا غضب نازل نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور فلاں فلاں دیویوں اور دیوتاؤں کے متسلسل ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے بھی ایسے ہی کچھ گمان تھے اور ہیں۔ اور بہت سے غلط کار مسلمان بھی اس قسم کے جھوٹے بھروسوں پر تکیہ کیے ہوئے ہیں کہ ہم فلاں حضرت کی اولاد اور فلاں حضرت کے دامن گرفتہ ہیں، ان کی سفارش ہم کو خدا کے انصاف سے بچالے گی۔ لیکن یہاں یہ منظر دکھایا گیا ہے کہ ایک جلیل القدر پیغمبر اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے لخت جگر کو ڈوبتے ہوئے دیکھتا ہے اور ترڑپ کر بیٹے کی معافی کے لیے درخواست کرتا ہے، لیکن دربار خداوندی سے الٹی اس پر ڈانٹ پڑ جاتی ہے اور باپ کی پیغمبری بھی ایک بد عمل بیٹے کو عذاب سے نہیں بچا سکتی۔

### ▲ سورۃ ہود حاشیہ نمبر: 52

یعنی اس پہاڑ سے جس پر کشتی ٹھیکری تھی۔

### ▲ سورۃ ہود حاشیہ نمبر: 53

یعنی جس طرح نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں ہی کا آخر کار بول بالا ہوا، اسی طرح تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا بھی ہو گا۔ خدا کا قانون یہی ہے کہ ابتداء کار میں دشمنان حق خواہ کتنے ہی کامیاب ہوں مگر

آخری کامیابی صرف ان لوگوں کا حصہ ہوتی ہے جو خدا سے ڈر کر فکر و عمل کی غلط راہوں سے بچتے ہوئے مقصد حق کے لیے کام کرتے ہیں۔ لہذا اس وقت جو مصائب و شدائد تم پر گزر رہے ہیں جن مشکلات سے تم دوچار ہو رہے ہو اور تمہاری دعوت کو دبانے میں تمہارے مخالفوں کو بظاہر جو کامیابی ہوتی نظر آرہی ہے اس پر بد دل نہ ہو بلکہ ہمت اور صبر کے ساتھ اپنا کام کیے چلے جاؤ۔

وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۝ قَالَ يَقُومٌ أَعْبُدُوا اللَّهَ مَا نَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ ۝ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ ۝ يَقُومٌ لَا أَسْئِلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۝ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي ۝ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ وَيَقُومٌ أَسْتَغْفِرُهُوَ رَبُّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِنْ دَارَارًا وَيَزِدُّكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ۝ قَالُوا يَهُودُ مَا جِئْنَا بِبَيِّنَاتٍ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِ الْهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ۝ إِنْ نَقُولُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضَ الْهَتِنَا بِسُوءٍ ۝ قَالَ إِنِّي أُشَهِّدُ اللَّهَ وَأَشْهَدُوا أَنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ ۝ مِنْ دُونِهِ فَكَيْدُونِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُونَ ۝ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَآبَةٍ إِلَّا هُوَ أَخِذُ بِنَا صِيَّتَهَا ۝ إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ وَيَسْتَخِلُفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضْرُونَهُ شَيْئًا ۝ إِنَّ رَبِّي عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ۝ وَلَمَّا جَاءَهُمْ نَحْنُ نَحْنَ أُمُّنَا هُودًا وَالَّذِينَ أَمْنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَنَجَّيْنَاهُمْ مِنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝ وَتِلْكَ عَادٌ ۝ جَحَدُوا بِأَيْتَ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَارٍ عَنِّيْدٍ ۝ وَاتَّبَعُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ ۝ لَا إِنَّ عَادًا كَفَرُوا رَبَّهُمْ ۝ لَا بُعدًا لِعَادٍ قَوْمٌ هُودٌ ۝

## دکوع ۵

اور عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔<sup>54</sup> اُس نے کہا ”اے برادرانِ قوم، اللہ کی بندگی کرو، تمہارا کوئی خدا اُس کے سوانحیں ہے۔ تم نے محض جھوٹ گھٹر کھے ہیں۔<sup>55</sup> اے برادرانِ قوم، اس کام پر میں تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا، میرا اجر تو اس کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے، کیا تم عقل سے ذرا کام نہیں لیتے؟<sup>56</sup> اور اے میری قوم کے لوگو، اپنے رب سے معافی چاہو، پھر اس کی طرف پلٹو، وہ تم پر آسمان کے دہانے کھول دے گا اور تمہاری موجودہ قوت پر مزید قوت کا اضافہ کرے گا۔<sup>57</sup> مجرموں کی طرح منہ نہ پھیرو۔“

انہوں نے جواب دیا ”اے ہود، تو ہمارے پاس کوئی صریح شہادت لے کر نہیں آیا ہے<sup>58</sup>، اور تیرے کہنے سے ہم اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے، اور شجھ پر ہم ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ تیرے اور ہمارے معبودوں میں سے کسی کی مار پڑ گئی ہے۔<sup>59</sup>

ہود نے کہا ”میں اللہ کی شہادت پیش کرتا ہوں۔<sup>60</sup> اور تم گواہ رہو کہ یہ جو اللہ کے سواؤ و سروں کو تم نے خدائی میں شریک ٹھہر ارکھا ہے اس سے میں بیزار ہوں۔<sup>61</sup> تم سب کے سب مل کر میرے خلاف اپنی کرنی میں کسر نہ اٹھا کھو اور مجھے ذرا مہلت نہ دو<sup>62</sup>، میرا بھروسہ اللہ پر ہے جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی چوٹی اس کے ہاتھ میں نہ ہو۔ بے شک میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔<sup>63</sup> اگر تم منہ پھیرتے ہو تو پھیر لو۔ جو پیغام دے کر میں تمہارے پاس بھیجا گیا تھا وہ میں تم کو پہنچا چکا ہوں۔ اب میرا رب تمہاری جگہ دوسری قوم کو اٹھائے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو<sup>64</sup> گے۔ یقیناً میرا رب

ہر چیز پر نگرال ہے۔“

پھر جب ہمارا حکم آگیا تو ہم نے اپنی رحمت سے ہود کو اور ان لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے تھے نجات دے دی اور ایک سخت عذاب سے انہیں بچالیا۔

یہ ہیں عاد، اپنے رب کی آیات سے انہوں نے انکار کیا، اس کے رسولوں کی بات نہ مانی،<sup>65</sup> اور ہر جبارِ دشمن حق کی پیروی کرتے رہے۔ آخر کار اس دُنیا میں بھی ان پر پھٹکار پڑی اور قیامت کے روز بھی۔ سُنوا! عاد نے اپنے رب سے گفر کیا، سُنوا! دُور پھینک دیے گئے عاد، ہود کی قوم کے لوگ۔<sup>66</sup>

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 54

سورہ اعراف رکوع ۵ کے حواشی پیش نظر ہیں۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 55

یعنی وہ تمام دوسرے معبود جن کی تم بندگی و پرستش کر رہے ہو حقیقت میں کسی قسم کی بھی خدائی صفات اور طاقتیں نہیں رکھتے۔ بندگی و پرستش کا کوئی استحقاق ان کو حاصل نہیں ہے۔ تم نے خواہ مخواہ ان کو معبود بنار کھا ہے اور بلا وجہ ان سے حاجت روائی کی آس لگائے بیٹھے ہو۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 56

یہ نہایت بلغ فقرہ ہے کہ جس میں ایک بڑا استدلال سمیٹ دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری بات کو جس طرح سرسری طور پر تم نظر انداز کر رہے ہو اور اس پر سنجیدگی سے غور نہیں کرتے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔ ورنہ اگر تم عقل سے کام لینے والے ہوتے تو ضرور سوچتے کہ جو شخص اپنی کسی ذاتی غرض کے بغیر دعوت و تبلیغ اور تذکیر و نصیحت کی یہ سب مشقیں جھیل رہا ہے، جس

کی اس تگ و دو میں تم کسی شخصی یا خاندانی مفاد کاشانہ تک نہیں پاسکتے، وہ ضرور اپنے پاس یقین و اذعان کی کوئی ایسی بنیاد اور ضمیر کے اطمینان کی کوئی ایسی وجہ رکھتا ہے جس کی بنا پر اس نے اپنا عیش و آرام چھوڑ کر، اپنی دنیابنانے کی فکر سے بے پرواہ کر، اپنے آپ کو اس جو کھم میں ڈالا ہے کہ صدیوں کے جنم اور رچے ہوئے عقائد، رسوم اور طرز زندگی کے خلاف آواز اٹھائے اور اس کی بدولت دنیا بھر کی دشمنی مولے لے۔ ایسے شخص کی بات کم از کم اتنی بے وزن تو نہیں ہو سکتی کہ بغیر سوچے سمجھے اسے یوں ہی ٹال دیا جائے اور اس پر سنجیدہ غور و فکر کی ذرا سی تکلیف بھی ذہن کونہ دی جائے۔

### ▲ سورہ هود حاشیہ نمبر: 57

یہ وہی بات ہے جو پہلے رکوع میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوائی گئی تھی کہ ”اپنے رب سے معافی مانگو اور اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ تم کو اچھا سامان زندگی دے گا“۔ اس سے معلوم ہوا کہ آخرت ہی میں نہیں اس دنیا میں بھی قوموں کی قسمتوں کا اتار چڑھاؤ اخلاقی بنیادوں پر ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عالم پر جو فرمانروائی کر رہا ہے وہ اخلاقی اصولوں پر مبنی ہے نہ کہ ان طبعی اصولوں پر جو اخلاقی خیر و شر کے امتیاز سے خالی ہوں۔ یہ بات کئی مقامات پر قرآن میں فرمائی گئی ہے کہ جب ایک قوم کے پاس نبی کے ذریعہ سے خدا کا پیغام پہنچتا ہے تو اس کی قسمت اس پیغام کے ساتھ معلق ہو جاتی ہے۔ اگر وہ اسے قبول کر لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتوں اور برکتوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اگر رد کر دیتی ہے تو اسے تباہ کر ڈالا جاتا ہے۔ یہ گویا ایک دفعہ ہے اس اخلاقی قانون کی جس پر اللہ تعالیٰ انسان کے ساتھ معاملہ کر رہا ہے۔ اسی طرح اس قانون کی ایک دفعہ یہ بھی ہے کہ جو قوم دنیا کی خوشحالی سے فریب کھا کر ظلم و معصیت کی راہوں پر چل نکلتی ہے اس کا انجام بر بادی ہے۔ لیکن عین اس وقت جبکہ وہ اپنے اس برے انجام کی طرف گھٹ چلی جا رہی ہو، اگر وہ اپنی غلطی کو محسوس کر لے اور نافرمانی چھوڑ کر خدا کی بندگی کی طرف پلٹ آئے تو اس کی قسمت بدل

جانی ہے، اس کی مہلت عمل میں اضافہ کر دیا جاتا ہے اور مستقبل میں اس کے لیے عذاب کے بجائے انعام، ترقی اور سرفرازی کا فیصلہ لکھ دیا جاتا ہے۔

### ▲ سورۃ ہود حاشیہ نمبر: 58

یعنی ایسی کوئی کھلی علامت یا ایسی کوئی واضح دلیل جس سے ہم غیر مشتبہ طور پر معلوم کر لیں کہ اللہ نے تجھے بھیجا ہے اور جوبات تو پیش کر رہا ہے وہ حق ہے۔

### ▲ سورۃ ہود حاشیہ نمبر: 59

یعنی تو نے کسی دیوی یادیو تایا کسی حضرت کے آستانے پر کچھ گستاخی کی ہو گی، اسی کا خمیازہ ہے جو تو بھگت رہا ہے کہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگا ہے اور وہی بستیاں جن میں کل توانعِ رحمت کے ساتھ رہتا تھا آج وہاں گالیوں اور پتھروں سے تیری تواضع ہو رہی ہے۔

### ▲ سورۃ ہود حاشیہ نمبر: 60

یعنی تم کہتے ہو کہ میں کوئی شہادت لے کہ نہیں آیا، حالانکہ چھوٹی چھوٹی شہادتیں پیش کرنے کے بجائے میں توسب سے بڑی شہادت اس خدائی کی پیش کر رہا ہوں جو اپنی ساری خدائی کے ساتھ کائنات ہستی کے ہر گوشے اور ہر جلوے میں اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ جو حقیقتیں میں نے تم سے بیان کی ہیں وہ سراسر حق ہیں، ان میں جھوٹ کا کوئی شائبہ تک نہیں اور جو تصورات تم نے قائم کر رکھے ہیں وہ بالکل افترا ہیں، سچائی ان میں ذرہ برابر بھی نہیں۔

### ▲ سورۃ ہود حاشیہ نمبر: 61

یہ ان کی اس بات کا جواب ہے کہ تیرے کہنے سے ہم اپنے معبدوں کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہیں۔ فرمایا میرا بھی یہ فیصلہ سن رکھو کہ تمہارے ان معبدوں سے میں قطعی بیزار ہوں۔

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 62 ▲

یہ ان کے اس فقرے کا جواب ہے کہ ہمارے معبودوں کی تجھ پر مار پڑی ہے (تقابل کے لیے ملاحظہ ہو یونس، آیت ۱۷)۔

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 63 ▲

یعنی وہ جو کچھ کرتا ہے صحیح کرتا ہے۔ اس کا ہر کام سیدھا ہے۔ اس کے ہاں اندر ہیر نگری نہیں ہے بلکہ وہ سراسر حق اور عدل کے ساتھ خدائی کر رہا ہے۔ یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ تم گمراہ و بد کار ہو اور پھر فلاح پاؤ، اور میں راستباز و نیکو کار ہوں اور پھر ٹوٹے میں رہوں۔

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 64 ▲

یہ ان کی اس بات کا جواب ہے کہ ہم تجھ پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 65 ▲

اگرچہ ان کے پاس ایک ہی رسول آیا تھا، مگر جس چیز کی طرف اس نے دعوت دی تھی وہ وہی ایک دعوت تھی جو ہمیشہ ہر زمانے اور ہر قوم میں خدا کے رسول پیش کرتے رہے ہیں، اسی لیے ایک رسول کی بات نہ ماننے کو سارے رسولوں کی نافرمانی قرار دیا گیا۔

وَإِلَى شَمْوَدَ أَخَاهُمْ صَلِحًاٌ قَالَ يَقُولُ إِنَّهُمْ مِنْ أَهْلِهِ غَيْرُهُ طٌ هُوَ  
 آنْشَاكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرُوكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّيْ قَرِيبٌ  
 مُجِيبٌ ﴿٦١﴾ قَالُوا يَصِلُّونَ قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوا قَبْلَ هَذَا آتَنَاهُمْ آنَّ نَعْبُدُ مَا يَعْبُدُ أَبَاؤُنَا وَ  
 إِنَّا لِفِي شَكٍّ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٌ ﴿٦٢﴾ قَالَ يَقُولُ إِنَّكُنْتُ عَلَى بَيْنَةٍ مِنْ رَبِّيْ وَ  
 أَتَسْنِي مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ عَصَيْتُهُ فَمَا تَزِيدُونِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ ﴿٦٣﴾ وَ  
 يَقُولُ هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ تَكُمْ أَيَّةً فَذَرُوهَا تَأْكُلُ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمْسُوهَا بِسُوءٍ  
 فَيَا خُذْكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ ﴿٦٤﴾ فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ طٌ ذَلِكَ وَعْدٌ  
 غَيْرُ مَكْذُوبٍ ﴿٦٥﴾ فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَجَّيْنَا صَلِحًا وَالَّذِينَ أَمْنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مَنَّا وَمِنْ  
 خِزْنِيْ يَوْمِيْدِلٌ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ﴿٦٦﴾ وَأَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاصْبَحُوا فِي  
 دِيَارِهِمْ جَثِيْمِينَ ﴿٦٧﴾ كَانُ لَمْ يَغْنُوا فِيهَا طٌ لَا إِنَّ شَمْوَدًا كَفَرُوا أَرَبَّهُمْ طٌ لَا بُعدًا لِشَمْوَدَ

## رکو ۶

اور شمود کی طرف ہم نے اُن کے بھائی صالحؐ کو بھیجا۔<sup>66</sup> اُس نے کہا ”اے میری قوم کے لوگو، اللہ کی بندگی کرو، اُس کے سواتمہارا کوئی خُدا نہیں ہے۔ وہی ہے جس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور یہاں تم کو بسا�ا ہے۔<sup>67</sup> لہذا تم اُس سے معافی چاہو<sup>68</sup> اور اُس کی طرف پلٹ آؤ، یقیناً میرا رب قریب ہے اور وہ دُعا و کا جواب دینے والا ہے۔<sup>69</sup>“

انہوں نے کہا ”اے صالحؐ، اس سے پہلے تو ہمارے درمیان ایسا شخص تھا جس سے بڑی توقعات وابستہ تھیں۔<sup>70</sup> کیا تو ہمیں اُن معبودوں کی پرستش سے روکنا چاہتا ہے جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟<sup>71</sup> تو جس طریقے کی طرف ہمیں بلا رہا ہے اُس کے بارے میں ہم کو سخت شبہ ہے جس نے ہمیں خلجان میں ڈال رکھا ہے۔<sup>72</sup>“

صالحؐ نے کہا ”اے برادرانِ قوم، تم نے کچھ اس بات پر بھی غور کیا کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک صاف شہادت رکھتا تھا، اور پھر اس نے اپنی رحمت سے بھی مجھ کو نواز دیا تو اس کے بعد اللہ کی پکڑ سے مجھے کون بچائے گا اگر میں اُس کی نافرمانی کروں؟ تم میرے کس کام آسکتے ہو سوائے اس کے کہ مجھے اور زیادہ خسارے میں ڈال دو۔<sup>73</sup> اور اے میری قوم کے لوگو، دیکھو یہ اللہ کی اونٹی تمہارے لیے ایک نشانی ہے۔ اسے خدا کی زمین میں چڑنے کے لیے آزاد چھوڑ دو۔ اس سے ذرا تعرض نہ کرنا اور نہ کچھ زیادہ دیر نہ گزرے گی کہ تم پر خدا کا عذاب آجائے گا۔“

مگر انہوں نے اونٹی کو مار ڈالا۔ اس پر صالحؐ نے اُن کو خبردار کر دیا کہ ”بس اب تین دن اپنے گھروں میں

اور رہ بس لو۔ یہ ایسی معیاد ہے جو جھوٹی نہ ثابت ہو گی۔“

آخر کار جب ہمارے فیصلے کا وقت آگیا تو ہم نے اپنی رحمت سے صالحؑ کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے بچالیا اور اُس دن کی رُسوائی سے ان کو محفوظ رکھا۔<sup>74</sup> بے شک تیرارب ہی دراصل طاقتور اور بالا دست ہے۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا تھا تو ایک سخت دھماکے نے ان کو دھر لیا اور وہ اپنی بستیوں میں اس طرح بے حس و حرکت پڑے رہ گئے کہ گویا وہ وہاں کبھی بسے ہی نہ تھے۔

سُنُو! شمود نے اپنے رب سے گفر کیا۔ سُنُو! دُور پھینک دیے گئے شمود ! ۶۶

### سورة هود حاشیہ نمبر: 66 ▲

سورہ اعراف رو ع ۱۰ کے حواشی پیش نظر ہیں۔

### سورة هود حاشیہ نمبر: 67 ▲

یہ دلیل ہے اس دعوے کی جو پہلے فقرے میں کیا گیا تھا کہ اللہ کے سواتھ مہارا کوئی خدا اور کوئی حقیقی معبد نہیں ہے۔ مشرکین خود بھی اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ ان کا خالق اللہ ہی ہے۔ اسی مسلمہ حقیقت پر بنائے استدلال قائم کر کے حضرت صالح علیہ السلام ان کو سمجھاتے ہیں کہ جب وہ اللہ ہی ہے جس نے زمین کے بے جان مادوں کی ترکیب سے تم کو یہ انسانی وجود بخشنا، اور وہ بھی اللہ ہی ہے جس نے زمین میں تم کو آباد کیا، تو پھر اللہ کے سوا خدا ای اور کس کی ہو سکتی ہے اور کسی دوسرے کو یہ حق کیسے حاصل ہو سکتا ہے کہ تم اس کی بندگی و پرستش کرو۔

### سورة هود حاشیہ نمبر: 68 ▲

یعنی اب تک جو تم دوسروں کی بندگی و پرستش کرتے رہے ہو اس جرم کی اپنے رب سے معافی مانگو۔

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 69 ▲

یہ مشرکین کی ایک بہت بڑی غلط فہمی کا رد ہے جو بالعموم ان سب میں پائی جاتی ہے اور ان اہم اسباب میں سے ایک ہے جنہوں نے ہر زمانہ میں انسان کو شرک میں متلاکیا ہے۔ یہ لوگ اللہ کو اپنے راجوں مہارا جوں اور بادشاہوں پر قیاس کرتے ہیں جو رعایت سے دور اپنے محلوں میں داد عیش دیا کرتے ہیں، جن کے دربار تک عام رعایا میں سے کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی، جن کے حضور میں کوئی درخواست پہنچانی ہو تو مقریبین بارگاہ میں سے کسی کا دامن تھامنا پڑتا ہے اور پھر اگر خوش قسمتی سے کسی کی درخواست ان کے آستانہ بلند پر پہنچ بھی جاتی ہے تو ان کا پندرہ خدائی یہ گوارا نہیں کرتا کہ خود اس کو جواب دیں، بلکہ جواب دینے کا کام مقریبین ہی میں سے کسی کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اس غلط گمان کی وجہ سے یہ لوگ ایسا سمجھتے ہیں اور ہوشیار لوگوں نے ان کو ایسا سمجھانے کی کوشش بھی کی ہے کہ خداوند عالم کا آستانہ قدس عام انسانوں کی دست رس سے بہت ہی دور ہے۔ اس کے دربار تک بھلا کسی عامی کی پہنچ کیسے ہو سکتی ہے۔ وہاں تک دعاوں کا پہنچنا اور پھر ان کا جواب ملنا تو کسی طرح ممکن ہی نہیں ہو سکتا جب تک کہ پاک روحوں کا وسیلہ نہ ڈھونڈا جائے اور ان مذہبی منصب داروں کی خدمات نہ حاصل کی جائیں جو اوپر تک نذریں، نیازیں اور عرضیاں پہنچانے کے ڈھب جانتے ہیں۔ یہی وہ غلط فہمی ہے جس نے بندے اور خدا کے درمیان بہت سے چھوٹے بڑے معبودوں اور سفارشیوں کا جم غیر کھڑا کر دیا ہے اور اس کے ساتھ مہنت گری (Priesthood) کا وہ نظام پیدا کیا ہے جس کے توسط کے بغیر جاہلی مذاہب کے پیروپیدائش سے لے کر موت تک اپنی کوئی مذہبی رسم بھی انجام نہیں دے سکتے تھے۔

حضرت صالح علیہ السلام جاہلیت کے اس پورے طلسم کو صرف دو لفظوں سے توڑ کھینکتے ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ قریب ہے۔ دوسرے یہ ہے کہ وہ مجیب ہے۔ یعنی تمہارا یہ خیال بھی غلط ہے کہ وہ تم سے دور ہے، اور یہ

بھی غلط ہے کہ تم براہ راست اس کو پکار کر اپنی دعاؤں کا جواب حاصل نہیں کر سکتے۔ وہ اگرچہ بہت بالا و برتر ہے مگر اسکے باوجود وہ تم سے بہت قریب ہے۔ تم میں سے ایک ایک شخص اپنے پاس ہی اس کو پاسکتا ہے، اس سے سرگوشی کر سکتا ہے، خلوت اور جلوت دونوں میں علانیہ بھی اور بصیرہ راز بھی اپنی عرضیاں خود اس کے حضور پیش کر سکتا ہے۔ اور پھر وہ براہ راست اپنے ہر بندے کی دعاؤں کا جواب خود دیتا ہے۔ پس جب سلطان کائنات کا دربار عام ہر وقت ہر شخص کے لیے کھلا ہے اور ہر شخص کے قریب ہی موجود ہے تو یہ تم کس حماقت میں پڑے ہو کہ اس کے لیے واسطے اور وسیلے ڈھونڈتے پھرتے ہو۔ (نیز ملاحظہ ہو سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ۱۸۸)۔

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 70 ▲

یعنی تمہاری ہوشمندی، ذکاوت، فراست، سنجیدگی و متناثر اور پروقار شخصیت کو دیکھ کر ہم یہ امیدیں لگائے بیٹھے تھے کہ بڑے آدمی بنو گے۔ اپنی دنیا بھی خوب بناؤ گے اور ہمیں بھی دوسرا یہ قوموں اور قبیلوں کے مقابلے میں تمہارے تدبیر سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملے گا۔ مگر تم نے یہ توحید اور آخرت کا نیاراگ چھیڑ کر تو ہماری ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ یاد رہے کہ ایسے ہی کچھ خیالات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی آپ کے ہم قوموں میں پائے جاتے تھے۔ وہ بھی نبوت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین قابلیتوں کے معترف تھے اور اپنے زندیکی یہ سمجھتے تھے کہ یہ شخص ایک بہت بڑا تاجر بنے گا اور اس کی بدار مغزی سے ہم کو بھی بہت کچھ فائدہ پہنچے گا۔ مگر جب ان کی توقعات کے خلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید و آخرت اور مکارم اخلاق کی دعوت دینی شروع کی تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ صرف مایوس، بلکہ بیزار ہو گئے اور کہنے لگے کہ اچھا خاصاً کام کا آدمی تھا، خدا جانے اسے کیا جنون لاحق ہو گیا کہ اپنی زندگی بھی بر باد کی اور ہماری امیدوں کو بھی خاک میں ملا دیا۔

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 71 ▲

یہ گویا دلیل ہے اس امر کی کہ یہ معبد کیوں عبادت کے مسحی ہیں اور ان کی پوجا کس لیے ہوتی رہنی چاہیے۔ یہاں جاہلیت اور اسلام کے طرز استدلال کا فرق بالکل نمایاں نظر آتا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبد نہیں ہے، اور اس پر دلیل یہ دی تھی کہ اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا اور زمین میں آباد کیا ہے۔ اس کے جواب میں ان کی مشرک قوم کہتی ہے کہ ہمارے یہ معبد بھی مستحق عبادت ہیں اور ان کی عبادت ترک نہیں کی جاسکتی کیونکہ باپ دادا کے وقوتوں سے ان کی عبادت ہوتی چلی آ رہی ہے۔ یعنی مکھی پر مکھی صرف اس لیے ماری جاتی رہنی چاہیے کہ ابتداء میں کسی بے وقوف نے اس جگہ مکھی مار دی تھی اور اب اس مقام پر مکھی مارتے رہنے کے لیے اس کے سوا کسی معقول وجہ کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ یہاں مذوق سے مکھی ماری جا رہی ہے۔

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 72 ▲

یہ شبہ اور یہ خلجان کس امر میں تھا؟ اس کی کوئی تصریح یہاں نہیں کی گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خلجان میں توسب پڑ گئے تھے، مگر ہر ایک خلجان الگ نوعیت کا تھا۔ یہ دعوت حق کی خصوصیات میں سے ہے کہ جب وہ اٹھتی ہے تو لوگوں کا اطمینان قلب رخصت ہو جاتا ہے اور ایک عام بے کلی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگرچہ ہر ایک کے احساسات دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں مگر اس بے کلی میں سے سب کو کچھ نہ کچھ حصہ ضرور مل کر رہتا ہے۔ اس سے پہلے جس اطمینان کے ساتھ لوگ اپنی ضلالتوں میں منہمک رہتے تھے اور کبھی یہ سوچنے کی ضرورت محسوس ہی نہ کرتے تھے کہ ہم کیا کر رہے ہیں، وہ اطمینان اس دعوت کے اٹھنے کے بعد باقی نہیں رہتا اور نہیں رہ سکتا۔ نظام جاہلیت کی کمزوریوں پر داعی حق کی بے رحم تنقید، اثبات حق کے لے اس کے پر زور اور دل لگتے دلائل، پھر اس کے بلند اخلاق، اس کا عزم، اس کا حلم، اس کی شرافت نفس، اس

کا نہایت کھرا اور راستبازانہ رویہ اور اس کی وہ زبردست حکیمانہ شان جس کا سکھ بڑے سے بڑے ہٹ دھرم مخالف کے دل پر بھی بیٹھ جاتا ہے، پھر وقت کی سوسائٹی میں سے بہترین عناصر کا اس سے متاثر ہوتے چلے جانا اور ان کی زندگیوں میں دعوت حق کی تاثیر سے غیر معمولی انقلاب رونما ہونا، یہ ساری چیزیں مل جل کر ان سب لوگوں کے دلوں کو بے چین کر ڈالتی ہیں جو حق آجانے کے بعد بھی پرانی جاہلیت کا بول بالا رکھنا چاہتے ہیں۔

### ▲ سورۃ ہود حاشیہ نمبر: 73

یعنی اگر میں اپنی بصیرت کے خلاف اور اس علم کے خلاف جو اللہ نے مجھے دیا ہے، محض تم کو خوش کرنے کے لیے گمراہی کا طریقہ اختیار کر لوں تو یہی نہیں کہ خدا کی پکڑ سے تم مجھ کو بچانے سکو گے، بلکہ تمہاری وجہ سے میرا جرم اور زیادہ بڑھ جائے گا اور اللہ تعالیٰ مجھے اس بات کی مزید سزا دے گا کہ میں نے تم کو سیدھا راستہ بتانے کے بجائے تمہیں جان بوجھ کر الٹا اور گمراہ کیا۔

### ▲ سورۃ ہود حاشیہ نمبر: 74

جزیرہ نماۓ سینا میں جو روایات مشہور ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ثمود پر عذاب آیا تو حضرت صالح علیہ السلام ہجرت کر کے وہاں سے چلے گئے تھے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام والے پہاڑ کے قریب ہی ایک پہاڑی کا نام نبی صالح ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہی جگہ آنحضرت کی جائے قیام تھی۔

رَكْوَةٍ

وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلًا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَى قَالُوا سَلَّمَ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ  
حَنِيدٍ ﴿٢٦﴾ فَلَمَّا رَأَى يَدِهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً قَالُوا لَا تَخْفُ  
إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَى قَوْمٍ لُّوطٍ ﴿٢٧﴾ وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةً فَضَحِكَتْ فَبَشَّرَنَاهَا بِالْسُّخْقِ وَمِنْ وَرَاءِ  
الْسُّخْقِ يَعْقُوبَ ﴿٢٨﴾ قَالَتْ يَوْيِلَتِي إِنَّا عَجُوزٌ وَهَذَا بَعْلِي شَيْخًا إِنَّ هَذَا الشَّيْءُ عَجِيبٌ  
قَالُوا أَتَعْجِبُونَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ  
مَحِيدٌ ﴿٢٩﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْءُ وَجَاءَتُهُ الْبُشْرَى يُجَادِلُنَا فِي قَوْمٍ لُّوطٍ ﴿٣٠﴾ إِنَّ  
إِبْرَاهِيمَ كَحِيلٌ أَوَّاهٌ مُّنْيِبٌ ﴿٣١﴾ يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَإِنَّهُمْ  
أَتَيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ﴿٣٢﴾ وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلًا لُّوطًا سَيِّئَتْهُمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَارَ  
هَذَا يَوْمٌ عَصِيَّبٌ ﴿٣٣﴾ وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلٍ كَانُوا يَعْمَلُونَ  
السَّيِّئَاتِ ﴿٣٤﴾ قَالَ يَقُومُ هَؤُلَاءِ بَنَاتِهِنَّ أَطْهَرُكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُنُونَ فِي ضَيْفِي  
آلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ ﴿٣٥﴾ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنْتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ  
لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ﴿٣٦﴾ قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ أُوْيَ إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ ﴿٣٧﴾ قَالُوا يُلْوُطُ إِنَّا  
رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَصْلُوَا إِلَيْكَ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتُ مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا

اُمْرَأَتَكَ ۖ إِنَّهُ مُصِيبُهَا مَا آَصَابَهُمْ ۖ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۖ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ  
 ۚ ۸۱ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَّهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِيلٍ ۗ مَّنْضُودٍ  
 ۖ ۸۲ مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ۖ وَمَا هِيَ مِنَ الظُّلْمِينَ بِبَعِيدٍ ۖ ۸۳

QuranUrdu.com

## رکو ۶ >

اور دیکھو، ابراہیمؐ کے پس ہمارے فرشتے خوشخبری لیے ہوئے پہنچے۔ کہا، تم پر سلام ہو۔ ابراہیمؐ نے جواب دیا، تم پر بھی سلام ہو۔ پھر کچھ دیر نہ گزری کہ ابراہیمؐ ایک بُھنا ہوا بُھڑرا﴿ ان کی ضیافت کے لیے﴾ لے آیا۔<sup>75</sup> مگر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے پر نہیں بڑھتے تو وہ ان سے مشتبہ ہو گیا اور دل میں ان سے خوف محسوس کرنے لگا۔<sup>76</sup> انہوں نے کہا ”ڈرو نہیں، ہم تولوطؐ کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں<sup>77</sup>۔“ ابراہیمؐ کی بیوی بھی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ یہ شن کر ہنس دی۔<sup>78</sup> پھر ہم نے اُس کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوبؐ کی خوشخبری دی۔ وہ بولی ”ہائے میری کم بختی<sup>80</sup>! کیا ب میرے ہاں اولاد ہو گی جبکہ میں بڑھیا پھونس ہو گئی اور یہ میرے میاں بھی بُوڑھے ہو چکے؟<sup>81</sup> یہ تو بڑے عجیب بات ہے۔“ فرشتوں نے کہا ”اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟<sup>82</sup> ابراہیمؐ کے گھر والو، تم لوگوں پر تو اللہ کی رحمت اور اُس کی برکتیں ہیں، اور یقیناً اللہ نہایت قابل تعریف اور بڑی شان والا ہے۔“

پھر جب ابراہیمؐ کی گھبر اہٹ دُور ہو گئی اور ﴿ اولاد کی بشارت سے﴾ اُس کا دل خوش ہو گیا تو اُس نے قوم لوط کے معاملہ میں ہم سے جھگڑا شروع کیا۔<sup>83</sup> حقیقت میں ابراہیمؐ بڑا حیم اور نرم دل آدمی تھا اور ہر حال میں ہمارے طرف رجوع کرتا تھا۔ ﴿ آخر کار ہمارے فرشتوں نے اس سے کہا﴾ ”اے ابراہیمؐ، اس سے باز آجائو، تمہارے رب کا حکم ہو چکا ہے اور اب ان لوگوں پر وہ عذاب آکر رہے گا جو کسی کے پھیرے نہیں پھر سکتا۔<sup>84</sup>“

اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس پہنچے<sup>85</sup> تو ان کی آمد سے وہ بہت گھبر ایا اور دل تنگ ہوا اور کہنے لگا کہ

”آج بڑی مصیبت کا دن ہے۔<sup>86</sup>“ ان مہمانوں کا آنا تھا کہ<sup>86</sup> اس کی قوم کے لوگ بے اختیار اس کے گھر کی طرف ڈوڑ پڑے۔ پہلے سے وہ ایسی ہی بد کاریوں کے خو گرتھے۔ لوط نے ان سے کہا ”بھائیو، یہ میری بیٹیاں موجود ہیں، یہ تمہارے لیے پاکیزہ تر ہیں۔<sup>87</sup> کچھ خدا کا خوف کرو اور میرے مہمانوں کے معاملہ میں مجھے ذلیل نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھلا آدمی نہیں؟“ انہوں نے جواب دیا ”تجھے تو معلوم ہی ہے کہ تیری بیٹیوں میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہے<sup>88</sup> اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ ہم چاہتے کیا ہیں۔“ لوط نے کہا ”کاش میرے پاس اتنی طاقت ہوتی کہ تمہیں سیدھا کر دیتا، یا کوئی مضبوط سہارا ہی ہوتا کہ اس کی پناہ لیتا۔“ تب فرشتوں نے اس سے کہا کہ ”اے لوط، ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، یہ لوگ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ بس تو کچھ رات رہے اپنے اہل و عیال کو لے کر نکل جا۔ اور دیکھو، تم میں سے کوئی شخص پیچھے پلٹ کرنہ دیکھے۔<sup>89</sup> مگر تیری بیوی<sup>89</sup> ساتھ نہیں جائے گی<sup>89</sup> کیونکہ اس پر بھی وہی کچھ گزرنے والا ہے جو ان لوگوں پر گزرنा ہے۔<sup>90</sup> ان کی تباہی کے لیے صبح کا وقت مقرر ہے۔۔۔۔۔ صبح ہوتے اب دیر ہی کتنی ہے؟“!

پھر جب ہمارے فیصلے کا وقت آپنچا تو ہم نے اس بستی کو تل پٹ کر دیا اور اس پر کپی ہوئی مٹی کے پتھر تابڑ توڑ بر سائے<sup>91</sup> جن میں سے ہر پتھر تیرے رب کے ہاں نشان زدہ تھا۔<sup>92</sup> اور ظالموں سے یہ سزا کچھ دور نہیں ہے<sup>93</sup>۔

## ▲ سورہ هود حاشیہ نمبر: 75

اس سے معلوم ہوا کہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں انسانی صورت میں پہنچے تھے اور ابتداء انہوں نے اپنا تعارف نہیں کرایا تھا۔ اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خیال کیا کہ یہ کوئی اجنبي

مہمان ہیں اور ان کے آتے ہی فوراً ان کی ضیافت کا انتظام فرمایا۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 76 ▲

بعض مفسرین کے نزدیک یہ خوف اس بنا پر تھا کہ جب ان اجنبی نوواردوں نے کھانے میں تامل کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی نیت پر شبہ ہونے لگا اور آپ اس خیال سے اندیشہ ناک ہوئے کہ کہیں یہ کسی دشمنی کے ارادے سے تو نہیں آئے ہیں، کیونکہ عرب میں جب کوئی شخص کسی کی ضیافت قبول کرنے سے انکار کرتا تو اس سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ مہمان کی حیثیت سے نہیں آیا ہے بلکہ قتل و غارت کی نیت سے آیا ہے۔ لیکن بعد کی آیت اس تفسیر کی تائید نہیں کرتی۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 77 ▲

اس انداز کلام سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کھانے کی طرف ان کے ہاتھ نہ بڑھنے سے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام تاڑ گئے تھے کہ یہ فرشتے ہیں۔ اور چونکہ فرشتوں کا علانیہ انسانی شکل میں آنا غیر معمولی حالات ہی میں ہوا کرتا ہے اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوف جس بات پر ہوا وہ دراصل یہ تھی کہ کہیں آپ کے گھروں سے یا آپ کی بستی کے لوگوں سے یا خود آپ سے کوئی ایسا قصور تو نہیں ہو گیا ہے جس پر گرفت کے لیے فرشتے اس صورت میں بھیجے گئے ہیں۔ اگر بات وہ ہوتی جو بعض مفسرین نے سمجھی ہے تو فرشتے یوں کہتے کہ ”ڈرونہیں ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں“۔ لیکن جب انہوں نے آپ کا خوف دور کرنے کے لیے کہا کہ ”ہم تو قوم لوٹ کی طرف بھیجے گئے ہیں“ تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کا فرشتہ ہونا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام جان گئے تھے، البتہ پریشانی اس بات کی تھی کہ یہ حضرات اس فتنے اور آزمائش کی شکل میں جو تشریف لائے ہیں تو آخر وہ بد نصیب کون ہے جس کی شامت آنے والی ہے۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 78 ▲

اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کے انسانی شکل میں آنے کی خبر سننے ہی سارا گھر پریشان ہو گیا تھا اور حضرت

ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ بھی گھبرائی ہوئی باہر نکل آئی تھیں۔ پھر جب انہوں نے یہ سن لیا کہ ان کے گھر پر یا ان کی بستی پر کوئی آفت آنے والی نہیں ہے تب کہیں ان کی جان میں جان آئی اور وہ خوش ہو گئیں۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 79 ▲

فرشتوں نے حضرت ابراہیمؑ کے بجائے حضرت سارہ کو یہ خوشخبری اس لیے سنائی کہ اس سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کے ہاں تو ان کی دوسری بیوی حضرت ہاجرہ سے سیدنا اسماعیل علیہ السلام پیدا ہو چکے تھے، مگر حضرت سارہ اس وقت تک بے اولاد تھیں اور اس بنا پر دل انہی کا زیادہ غمگین تھا۔ انے اس غم کو دور کرنے کے لیے فرشتوں نے انہیں صرف یہی خوشخبری نہیں سنائی کہ تمہارے ہاں اسحاقؐ جیسا جلیل القدر بیٹا پیدا ہو گا بلکہ یہ بھی بتایا کہ اس بیٹے کے بعد پوتا بھی یعقوبؐ جیسا عالی شان پیغمبر ہو گا۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 80 ▲

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا فی الواقع اس پر خوش ہونے کے بجائے الٹی اس کو کم بختنی سمجھتی تھیں۔ بلکہ دراصل یہ اس قسم کے الفاظ میں سے ہے جو عورتیں بالعموم تعجب کے موقع پر بولا کرتی ہیں اور جن سے لغوی معنی مراد نہیں ہوتے بلکہ محض اظہار تعجب مقصود ہوتا ہے۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 81 ▲

بانیبل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر اس وقت ۱۰۰ برس اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۹۰ برس کی تھی۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 82 ▲

مطلوب یہ ہے کہ اگرچہ عادتاً اس عمر میں انسان کے ہاں اولاد نہیں ہوا کرتی، لیکن اللہ کی قدرت سے ایسا ہونا کچھ بعید بھی نہیں ہے۔ اور جب کہ یہ خوشخبری تم کو اللہ کی طرف سے دی جا رہی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ تم جیسی ایک مومنہ اس پر تعجب کرے۔

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 83 ▲

"جھگڑے" کا لفظ اس موقع پر اس انتہائی محبت اور ناز کے تعلق کو ظاہر کرتا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے خدا کے ساتھ رکھتے تھے۔ اس لفظ سے یہ تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے کہ بندے اور خدا کے درمیان بڑی دیر تک رد و کد جاری رہتی ہے۔ بندہ اصرار کر رہا ہے کہ کسی طرح قوم پر لوٹ علیہ السلام پر سے عذاب ٹال دیا جائے۔ خدا جواب میں کہہ رہا ہے کہ یہ قوم اب خیر سے باکل خالی ہو چی ہے اور اس کے جرائم اس حد سے گزر چکے ہیں کہ اس کے ساتھ کوئی رعایت کی جاسکے۔ مگر بندہ ہے کہ پھر یہی کہے جاتا ہے کہ "پروردگار اگر کچھ تھوڑی سی بھلانی بھی اس میں باقی ہو تو اسے اور ذرا مہلت دیدے، شاید کہ وہ بھلانی لے آئے۔" بائبل میں اس جھگڑے کی کچھ تشریح بھی بیان ہوئی ہے، لیکن قرآن کا مجمل بیان اپنے اندر اس سے زیادہ معنوی و سمعت رکھتا ہے۔ (قابل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب پیدائلش، باب 18۔ آیت 23-32)

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 84 ▲

اس سلسلہ بیان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ، خصوصاً قوم لوٹ علیہ السلام کے قصے کی تمہید کے طور پر بظاہر کچھ بے جوڑ سما محسوس ہوتا ہے۔ مگر حقیقت میں یہ اس مقصد کے لحاظ سے نہایت بر محل ہے جس کے لیے پچھلی تاریخ کے یہ واقعات یہاں بیان کیے جا رہے ہیں۔ اس کی مناسبت سمجھنے کے لیے حسب ذیل دو باتوں کو پیش نظر رکھیے :

(۱) مخاطب قریش کے لوگ ہیں جو حضرات ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے کی وجہ ہی سے تمام عرب کے پیروزاء، کعبۃ اللہ کے مجاور اور مذہبی و اخلاقی اور سیاسی و تمدنی پیشوائی کے مالک بنے ہوئے ہیں اور اس گھمنڈ میں مبتلا ہیں کہ ہم پر خدا کا غضب کیسے نازل ہو سکتا ہے جبکہ ہم خدا کے اس پیارے بندے کی اولاد

ہیں اور وہ خدا کے دربار میں ہماری سفارش کرنے کو موجود ہے۔ اس پندار غلط کو توڑنے کے لیے پہلے تو انہیں یہ منظر دکھایا گیا کہ حضرت نوح علیہ السلام جیسا عظیم الشان پیغمبر اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے جگر گوشے کو ڈوبتے دیکھ رہا ہے اور تڑپ کر خدا سے دعا کرتا ہے کہ اس کے بیٹے کو بچالیا جائے مگر صرف یہی نہیں کہ اس کی سفارش بیٹے کے کچھ کام نہیں آتی، بلکہ اس سفارش پر باپ کو الٹی ڈانٹ سننی پڑتی ہے۔ اس کے بعد اب یہ دوسرا منظر خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دکھایا جاتا ہے کہ ایک طرف تو ان پر بے پایاں عنایات ہیں اور نہایت پیار کے انداز میں ان کا ذکر ہو رہا ہے، مگر دوسری طرف جب وہی ابراہیم علیہ السلام انصاف کے معاملہ میں دخل دیتے ہیں تو ان کے اصرار والاحاج کے باوجود اللہ تعالیٰ مجرم قوم کے معاملے میں ان کی سفارش کو رد کر دیتا ہے۔

(۲) اس تقریر میں یہ بات بھی قریش کے ذہن نشین کرنی مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ قانون مکافات جس سے لوگ بالکل بے خوف اور مطمئن بیٹھے ہوئے تھے، کس طرح تاریخ کے دوران میں تسلسل اور باقاعدگی کے ساتھ ظاہر ہوتا رہا ہے اور خود ان کے گردوپیش اس کے کیسے کھلے کھلے آثار موجود ہیں۔ ایک طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جو حق و صداقت کی خاطر گھر سے بے گھر ہو کر ایک اجنبی ملک میں مقیم ہیں اور بظاہر کوئی طاقت ان کے پاس نہیں ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کے حسن عمل کا ہی پھل ان کو دیتا ہے کہ با نچھ بیوی کے پیٹ سے بڑھاپے میں اسحاق علیہ السلام پیدا ہوتے ہیں، پھر ان کے ہاں یعقوب علیہ السلام کی پیدائش ہوتی ہے، اور ان سے بنی اسرائیل کی وہ عظیم الشان نسل چلتی ہے جس کی عظمت کے ڈنکے صدیوں تک اسی فلسطین و شام میں بجتے رہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک بے خانماں مہاجر کی حیثیت سے آکر آباد ہوئے تھے۔ دوسری طرف قوم لوط علیہ السلام ہے جو اسی سر زمین کے ایک حصہ میں اپنی خوشحالی پر مگن اور اپنی بد کاریوں میں مست ہے۔ دور دور تک کہیں بھی اس کو اپنی شامت اعمال کے

آثار نظر نہیں آرہے ہیں۔ اور لوٹ علیہ السلام کی نصیحتوں کو وہ چنکیوں میں اڑا رہی ہے۔ مگر جس تاریخ کو ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ایک بڑی اقبال مند قوم کے اٹھائے جانے کا فیصلہ کیا جاتا ہے، صحیک وہی تاریخ ہے جب اس بد کار قوم کو دنیا سے نیست و نابود کرنے کا فرمان نافذ ہوتا ہے اور وہ ایسے عبرتناک طریقہ سے فنا کی جاتی ہے کہ آج اس کی بستیوں کا نشان کہیں ڈھونڈے نہیں ملتا۔

### ▲ سورۃ هود حاشیہ نمبر: 85

سورۃ اعراف روایت ۱۰ کے حواشی پیش نظر ہیں۔

### ▲ سورۃ هود حاشیہ نمبر: 86

اس قصے کی جو تفصیلات قرآن مجید میں بیان ہوئی ہیں ان کے خواۓ کلام سے یہ بات صاف مترشح ہوتی ہے کہ یہ فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں حضرت لوٹ علیہ السلام کے ہاں پہنچ تھے اور حضرت لوٹ علیہ السلام اس بات سے بے خبر تھے کہ یہ فرشتے ہیں۔ یہی سبب تھا کہ ان مہماں کی آمد سے آپ کو سخت پریشانی و دل تنگی لاحق ہوئی۔ اپنی قوم کو جانتے تھے کہ وہ کیسی بد کردار اور کتنی بے حیا ہو چکی ہے۔

### ▲ سورۃ هود حاشیہ نمبر: 87

ہو سکتا ہے کہ حضرت لوٹ کا اشارہ قوم کی لڑکیوں کی طرف ہو، کیونکہ نبی اپنی قوم کے لیے بمنزلہ باپ ہوتا ہے اور قوم کی لڑکیاں اس کی نگاہ میں اپنی بیٹیوں کی طرح ہوتی ہیں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کا اشارہ خود اپنی صاحبزادی کی طرف ہو، بہر حال دونوں صورتوں میں یہ گمان کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ حضرت لوٹ نے ان سے زنا کرنے کے لیے کہا ہو گا، یہ تمہارے لیے پاکیزہ تر ہیں، کافقرہ ایسا غلط مفہوم لینے کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ حضرت لوٹ کا منشا صاف طور پر یہ تھا کہ اپنی شہوت نفس کو اس فطری اور جائز طریقے سے پورا کرو جو اللہ نے مقرر کیا ہے اور اس کے لیے عورتوں کی کمی نہیں ہے۔

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 88 ▲

یہ فقرہ ان لوگوں کے نفس کی پوری تصویر کھینچ دیتا ہے کہ وہ خباثت میں کس قدر ڈوب گئے تھے۔ بات صرف اس حد تک ہی نہیں رہی تھی کہ وہ فطرت اور پاکیزگی کی راہ سے ہٹ کر ایک گندی خلاف فطرت راہ پر چل پڑے تھے، بلکہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ ان کی ساری رغبت اور تمام دلچسپی اب اسی گندی راہ ہی میں تھی۔ ان کے نفس میں اب طلب اُس گندگی ہی کہ رہ گئی تھی اور فطرت اور پاکیزگی کی راہ کے متعلق یہ کہنے میں کوئی شرم محسوس نہ کرتے تھے کہ یہ راستہ تو ہمارے لیے بنا ہی نہیں ہے۔ یہ اخلاق کے زوال اور نفس کے بگاڑ کا انتہائی مرتبہ ہے جس سے فروت رکسی مرتبے کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اس شخص کا معاملہ تو بہت ہلاکا ہے جو محض نفس کی کمزوری کی وجہ سے حرام میں مبتلا ہو جاتا ہو مگر حلال کو چاہنے کے قابل اور حرام کو بنچنے کے قابل چیز سمجھتا ہو۔ ایسا شخص کبھی سدھر بھی سکتا ہے، اور نہ سدھرے، تب بھی زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایک بگڑا ہوا انسان ہے۔ مگر جب کسی شخص کی ساری رغبت صرف حرام ہی میں ہو اور وہ سمجھے کہ حلال اس کے لیے ہے، ہی نہیں تو اس کا شمار انسانوں میں نہیں کیا جا سکتا۔ وہ دراصل ایک گند اکیڑا ہے جو غلط ہی میں پروردش پاتا ہے۔ ظیبات سے اس کے مزاج کو کوئی مناسبت نہیں ہوتی۔ ایسے کیڑے اگر کسی صفائی پسند انسان کے گھر میں پیدا ہو جائیں تو وہ پہلی فرصت میں فینائل ڈال کر ان کے وجود سے اپنے گھر کو پاک کر دیتا ہے۔ پھر بھلا خدا اپنی زمین پر ان گندے کیڑوں کے اجتماع کو کب تک گوارا کر سکتا ہے۔

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 89 ▲

مطلوب یہ ہے کہ اب تم لوگوں کو بس یہ فکر ہونی چاہیے کہ کسی طرح جلدی سے جلدی اس علاقے سے نکل جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پچھے شور اور دھماکوں کی آوازیں سن کر راستے میں ٹھیک جاؤ اور جور قبہ عذاب

کے لیے نامزد کیا جا چکا ہے اس میں عذاب کا وقت آجانے کے بعد بھی تم میں سے کوئی رکارہ جائے۔

### ▲ سورۃ ہود حاشیہ نمبر: 90

یہ تیسرا عبرت ناک واقعہ ہے جو اس سورہ میں لوگوں کو یہ سبق دینے کے لیے بیان کیا گیا ہے کہ تم کو کسی بزرگ کی رشته داری اور کسی بزرگ کی سفارش اپنے گناہوں کی پاداش سے نہیں بچا سکتی۔

### ▲ سورۃ ہود حاشیہ نمبر: 91

غالباً یہ عذاب ایک سخت زلزلے اور آتش فشاںی انفجار کی شکل میں آیا تھا۔ زلزلے نے ان کی بستیوں کو تمل پٹ کیا اور آتش فشاں مادے کے پھٹنے سے ان کے اوپر زور کا پتھر اؤہوا۔ کبی ہوتی مٹی کے پتھروں سے مراد شاید وہ متتجدد مٹی ہے جو آتش فشاں علاقے میں زیرِ زمین حرارت اور لاوے کے اثر سے پتھر کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ آج تک بحر لوط کے جنوب اور مشرق کے علاقے میں اس انفجار کے آثار ہر طرف نمایاں ہیں۔

### ▲ سورۃ ہود حاشیہ نمبر: 92

یعنی ہر ہر پتھر خدا کی طرف سے نامزد کیا ہوا تھا کہ اسے تباہ کاری کا کیا کام کرنا ہے اور کس پتھر کو کس مجرم پر پڑنا ہے۔

### ▲ سورۃ ہود حاشیہ نمبر: 93

یعنی آج جو لوگ ظلم کی اس روشن پر چل رہے ہیں وہ بھی اس عذاب کو اپنے سے دور نہ سمجھیں۔ عذاب اگر قوم لوٹ پر آسکتا تھا تو ان پر بھی آسکتا ہے۔ خدا کونہ لوٹ کی قوم عاجز کر سکی تھی، نہ یہ کر سکتے ہیں۔

وَإِلَيْ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ﴿١﴾ قَالَ يَقُولُمْ اعْبُدُوا إِلَهَمَا تَكُونُ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ وَلَا  
تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أَرْسَكُمْ بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُحِيطٌ  
وَيَقُولُمْ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقُسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا  
تَعْشُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِيَّنَ ﴿٢﴾ بَقِيَّتُ إِلَهٍ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ وَمَا آنَا  
عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ﴿٣﴾ قَالُوا يُشَعِّيبُ أَصْلُوتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ أَبَا وَنَا أَوْ أَنْ  
نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَوْا إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ ﴿٤﴾ قَالَ يَقُولُمْ أَرَعَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَى  
بَيْنَةٍ مِنْ رَبِّي وَرَزَقْنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا وَمَا أَرِيدُ أَنْ أَخَالِفَكُمْ إِلَى مَا آنْهُكُمْ عَنْهُ  
إِنْ أَرِيدُ إِلَّا إِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ  
وَيَقُولُمْ لَا يَجِدُ مَنَّكُمْ شِقَايَّا إِنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ أَوْ  
قَوْمَ ضَلَّلُ وَمَا قَوْمُ لُوطٍ مِنْكُمْ بِبَعِيدٍ ﴿٦﴾ وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي  
رَحِيمٌ وَّدُودٌ ﴿٧﴾ قَالُوا يُشَعِّيبُ مَا نَفَقَهُ كَثِيرًا إِمَّا تَقُولُ وَإِنَّا لَنَرِيكَ فِينَا ضَعِيفًا وَلَوْ  
لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَكَ وَمَا آنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ ﴿٨﴾ قَالَ يَقُولُمْ أَرَهْطِي أَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِنْ  
إِلَهٍ وَاتَّخَذْتُمُوهُ وَرَآءَكُمْ ظَهْرِيًّا إِنَّ رَبِّي بِمَا تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿٩﴾ وَيَقُولُمْ اعْمَلُوا عَلَى

مَكَانِتُكُمْ إِنِّي عَامِلٌ طَسْوَفَ تَعْلَمُونَ لَمَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ طَ وَ  
اَرْتَقِبُوا لَنِّي مَعْكُمْ رَقِيبٌ ۝ وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَحْنُ نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَالَّذِينَ أَمْنُوا مَعَهُ  
بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَأَخَذَتِ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جُثَمِينَ ۝ كَانُ لَمْ  
يَغْنُوا فِيهَا طَ أَلَا بُعْدًا لِتَدَائِنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُودٌ ۝

QuranUrdu.com

## دکو٦ ۸

اور مدین والوں کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔ **۹۴** اُس نے کہا ”اے میری قوم کے لوگو، اللہ کی بندگی کرو، اس کے سواتمہارا کوئی خدا نہیں ہے۔ اور ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ آج میں تم کو اچھے حال میں دیکھ رہا ہوں، مگر مجھے ڈر ہے کہ کل تم پر ایسا دن آئے گا جس کا عذاب سب کو گھیر لیے گا۔ اور اے برادرانِ قوم، ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ پورانا پو اور تو لو اور لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاثانہ دیا کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھر وہ اللہ کی دی ہوئی بچت تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم مومن ہو۔ اور بہر حال میں تمہارے اوپر کوئی نگران کا رہ نہیں ہوں۔ **۹۵**

انہوں نے جواب دیا ”اے شعیبؑ، کیا تیری نماز تجھے یہ سکھاتی ہے **۹۶** کہ ہم اُن سارے معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟ یا یہ کہ ہم کو اپنے مال میں اپنے منشائے مطابق تصرف کرنے کا اختیار نہ ہو؟ **۹۷** بس ٹوہی تو ایک عالی طرف اور راستباز آدمی رہ گیا ہے！”

شعیبؑ نے کہا ”بھائیو، تم خود ہی سوچو کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک کھلی شہادت پر تھا اور پھر اس نے اپنے ہاں سے مجھ کو اچھا رزق بھی عطا کیا **۹۸** ॥ تو اس کے بعد میں تمہاری گمراہیوں اور حرام خوریوں میں تمہارا شریکِ حال کیسے ہو سکتا ہوں؟ ॥ اور میں ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ جن باتوں سے میں تم کو روکتا ہوں ان کا خود ارتکاب کروں۔ **۹۹** میں تواصیح کرنا چاہتا ہوں جہاں تک بھی میرا بس چلے۔ اور یہ جو کچھ میں کرنا چاہتا ہوں اس کا سارا انحصار اللہ کی توفیق پر ہے، اُسی پر میں نے بھروسہ کیا اور ہر معاملہ میں اسی کر طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور اے برادرانِ قوم، میرے خلاف تمہاری ہٹ دھرمی کہیں یہ نوبت نہ پہنچا

دے کہ آخرِ کار تم پر بھی وہی عذاب آکر رہے جو نوحؑ یا ہودؑ یا صالحؑ کی قوم پر آیا تھا۔ اور لوط کی قوم تو تم سے کچھ زیادہ دُور بھی نہیں ہے۔ **100** دیکھو! اپنے رب سے معافی مانگو اور اس کی طرف پلٹ آؤ، بے شک میر ارب رحیم ہے اور اپنی مخلوق سے محبت رکھتا ہے۔ **101**

انہوں نے جواب دیا ”اے شعیبؑ، تیری بہت سی باتیں تو ہماری سمجھ ہی میں نہیں آتیں۔ **102** اور ہم دیکھتے ہیں کہ تو ہمارے درمیان ایک بے زور آدمی ہے، تیری برادری نہ ہوتی تو ہم کبھی کاتجھے سنگسار کر چکے ہوتے، تیرا بل بوتا تو اتنا نہیں ہے کہ ہم پر بھاری ہو۔ **103**“

شعیبؑ نے کہا ”بھائیو، کیا میری برادری تم پر اللہ سے زیادہ بھاری ہے کہ تم نے ﴿برادری کا تو خوف کیا اور ﴿اللہ کو بالکل پس پشت ڈال دیا؟ جان رکھو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو وہ اللہ کی گرفت سے باہر نہیں ہے۔ اے میری قوم کے لوگو، تم اپنے طریقے پر کام کیے جاؤ اور میں اپنے طریقے پر کرتا رہوں گا، جلدی ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر ذلت کا عذاب آتا ہے اور کون جھوٹا ہے۔ تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ چشم براہ ہوں۔“

آخرِ کار جب ہمارے فیصلے کا وقت آگیا تو ہم نے اپنی رحمت سے شعیبؑ اور اس کے ساتھی مومنوں کو بچالیا اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کو ایک سخت دھماکے نے ایسا کپڑا کہ وہ اپنی بستیوں میں بے حس و حرکت پڑے کے پڑے رہ گئے گویا وہ کبھی وہاں رہے بسے ہی نہ تھے۔

سنوا! مرین والے بھی دُور پھینک دیے گئے جس طرح شمود پھینکے گئے تھے۔ **۸۶**

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 94 ▲

سورہ اعراف کو ۱۱ کے حواشی پیشِ نظر رہیں۔

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 95 ▲

یعنی میرا کوئی زور تم پر نہیں ہے۔ میں تو بس ایک خیر خواہ ناصح ہوں۔ زیادہ سے زیادہ اتنا ہی کر سکتا ہوں کہ تمہیں سمجھا دوں۔ آگے تمہیں اختیار ہے، چاہے مانو، چاہے نہ مانو۔ سوال میری باز پرس سے ڈرانے یا نہ ڈرانے کا نہیں ہے۔ اصل چیز خدا کی باز پرس ہے جس کا اگر تمہیں کچھ خوف ہو تو اپنی ان حرکتوں سے باز آجائے۔

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 96 ▲

در اصل ایک طعن آمیز فقرہ ہے جس کی روح آج بھی آپ ہر اس سوسائٹی میں پائیں گے جو خدا سے غافل اور فست و فجور میں ڈوبی ہوئی ہو۔ چونکہ نماز دینداری کا سب سے پہلا اور سب سے زیادہ نمایاں مظہر ہے، اور دینداری کو فاسق و فاجر لوگ ایک خطرناک، بلکہ سب سے زیادہ خطرناک مرض سمجھتے ہیں، اس لیے نماز ایسے لوگوں کی سوسائٹی میں عبادت کے بجائے علامتِ مرض شمار ہوتی ہے۔ کسی شخص کو اپنے درمیان نماز پڑھتے دیکھ کر انہیں فوراً یہ احساس ہو جاتا ہے کہ اس شخص پر ”مرضِ دینداری“ کا حملہ ہو گیا ہے۔ پھر یہ لوگ دینداری کی اس خاصیت کو بھی جانتے ہیں کہ یہ چیز جس شخص کے اندر پیدا ہو جاتی ہے وہ صرف اپنے حسن عمل پر قائم نہیں رہتا بلکہ دوسروں کو بھی درست کرنے کی کوشش کرتا ہے اور بے دینی و بد اخلاقی پر تلقید کیے بغیر اس سے رہا نہیں جاتا، اس لیے نماز پر ان کا اضطراب صرف اسی حیثیت سے نہیں ہوتا کہ ان کے ایک بھائی پر دینداری کا دورہ پڑ گیا ہے، بلکہ اس کے ساتھ انہیں یہ کھٹکا بھی لگ جاتا ہے کہ اب عنقریب اخلاق و دیانت کا وعظ شروع ہونے والا ہے اور اجتماعی زندگی کے ہر پہلو میں کیڑے نکالنے کا ایک لامتناہی سلسلہ چھڑا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی سوسائٹی میں نماز سب سے بڑھ کر طعن و تشنیع کی ہدف

بنتی ہے۔ اور اگر کہیں نمازی آدمی ٹھیک ٹھیک انہی اندیشوں کے مطابق، جو اس کی نماز سے پہلے ہی پیدا ہو چکے تھے، برائیوں پر تنقید اور بھلائیوں کی تلقین بھی شروع کر دے تب تو نماز اس طرح کو سی جاتی ہے کہ گویا یہ ساری بلا اسی کی لائی ہوئی ہے۔

### ▲ سورۃ ہود حاشیہ نمبر: 97

یہ اسلام کے مقابلے میں جاہلیت کے نظریے کی پوری ترجمانی ہے۔ اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اللہ کی بندگی کے سوا جو طریقہ بھی ہے غلط ہے اور اس کی پیروی نہ کرنی چاہیے۔ کیونکہ دوسرے کسی طریقے کے لیے عقل، علم اور کتب آسمانی میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور یہ اللہ کی بندگی صرف ایک محدود دمہ ہبی دائرے ہی میں نہیں ہونی چاہیے بلکہ تمدن، معاشرت، معیشت، سیاست، غرض زندگی کے تمام شعبوں میں ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ دنیا میں انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے اللہ ہی کا ہے اور انسان کسی چیز پر بھی اللہ کی مرضی سے آزاد ہو کر خود مختارانہ تصرف کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ اس کے مقابلے میں جاہلیت کا نظریہ یہ ہے کہ باپ دادا سے جو طریقہ بھی چلا آرہا ہو انسان کو اُسی کی پیروی کرنی چاہیے اور اس کی پیروی کے لیے اس دلیل کے سوا کسی مزید دلیل کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ باپ دادا کا طریقہ ہے۔ نیز یہ کہ دین و مذہب کا تعلق صرف پوچاپٹ سے ہے، رہے ہماری زندگی کے عام دنیاوی معاملات، تو ان میں ہم کو پوری آزادی ہونی چاہیے کہ جس طرح چاہیں کام کریں۔

اس سے یہ بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ زندگی کو مذہبی اور دنیاوی دائروں میں الگ الگ تقسیم کرنے کا تخیل آج کوئی نیا تخیل نہیں ہے بلکہ آج سے تین ساڑھے تین ہزار برس پہلے حضرت شعیبؑ کی قوم کو بھی اس تقسیم پر ویسا ہی اصرار تھا جیسا آج اہل مغرب اور اُن کے مشرقی شاگردوں کو ہے۔ یہ فی الحقيقة کوئی نئی ”روشنی“ نہیں ہے جو انسان کو آج ”ذہنی ارتقاء“ کی بدولت نصیب ہو گئی ہو۔ بلکہ یہ وہی پرانی تاریک

خیالی ہے جو ہزار ہابر س پہلے جی جاہلیت میں بھی اسی شان سے پائی جاتی تھی۔ اور اس کے خلاف اسلام کی کش مکش بھی آج کی نہیں ہے، بہت قدیم ہے۔

### ▲ سورۃ ہود حاشیہ نمبر: 98

رزق کا لفظ یہاں دوسرے معنی دے رہا ہے۔ اس کے ایک معنی تو علمِ حق کے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشنا گیا ہو۔ اور دوسرے معنی وہی ہیں جو بالعموم اس لفظ سے سمجھے جاتے ہیں، یعنی وہ ذرائع جو زندگی بسر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیتا ہے۔ پہلے معنی کے لحاظ سے یہ آیت اُسی مضمون کو ادا کر رہی ہے جو اس سورے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم، نوحؐ اور صالحؐ کی زبان سے ادا ہوتا چلا آیا ہے کہ نبوت سے پہلے بھی میں اپنے رب کی طرف سے حق کی کھلی کھلی شہادت اپنے نفس میں اور کائنات کے آثار میں پار ہا تھا، اور اس کے بعد میرے رب نے براہ راست علمِ حق بھی مجھے دے دیا۔ اب میرے لیے یہ کس طرح ممکن ہے کہ جان بوجھ کر اُن گمراہیوں اور بد اخلاقیوں میں تمہارا ساتھ دوں جن میں تم بتلا ہو۔ اور دوسرے معنی کے لحاظ سے یہ آیت اُس طعنے کا جواب ہے جو ان لوگوں نے حضرت شعیبؑ کو دیا تھا کہ ”بس تم ہی تو ایک عالی ظرف اور راست باز آدمی رہ گئے ہو۔“ اس تند و ترش حملے کا یہ ٹھنڈا جواب دیا گیا ہے کہ بھائیو، اگر میرے رب نے مجھے حق شناس بصیرت بھی دی ہو اور رزقِ حلال بھی عطا کیا ہو تو آخر تمہارے طعنوں سے یہ فضل غیر فضل کیسے ہو جائے گا۔ آخر میرے لیے یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے کہ جب خدا نے مجھ پر یہ فضل کیا ہے تو میں تمہاری گمراہیوں اور حرام خوریوں کو حق اور حلال کہہ کر اس کی ناشکری کروں۔

### ▲ سورۃ ہود حاشیہ نمبر: 99

یعنی میری سچائی کا تم اس بات سے اندازہ کر سکتے ہو کہ جو کچھ دوسروں سے کہتا ہوں اُسی پر خود عمل کرتا

ہوں۔ اگر میں تم کو غیر اللہ کے آستانوں سے روکتا اور خود کسی آستانے کا مجاور بن بیٹھا ہوتا تو بلاشبہ تم یہ کہہ سکتے تھے کہ اپنی پیری چکانے کے لیے دوسری دکانوں کی ساکھ بگاڑنا چاہتا ہے۔ اگر میں تم حرام کے مال کھانے سے منع کرتا اور خود اپنے کاروبار میں بے ایمانیاں کر رہا ہوتا تو ضرور تم یہ شبہ کر سکتے تھے کہ میں اپنی ساکھ جمانے کے لیے ایمانداری کو ڈھول پیٹ رہا ہوں۔ لیکن تم دیکھتے ہو کہ میں خود ان برائیوں سے بچتا ہوں جن سے تم منع کرتا ہوں۔ میری اپنی زندگی ان دھبیوں سے پاک ہے جن سے تمہیں پاک دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں نے اپنے لیے بھی اُسی طریقے کو پسند کیا ہے جس کی تمہیں دعوت دے رہا ہوں۔ یہ چیز اس بات کی شہادت کے لیے کافی ہے کہ میں اپنی اس دعوت میں صادق ہوں۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 100

یعنی قومِ لوط کا واقعہ تو ابھی تازہ ہی ہے اور تمہارے قریب ہی کے علاقے میں پیش آ چکا ہے۔ غالباً اس وقت قومِ لوط کی تباہی پر چھ سات سو برس سے زیادہ نہ گزرے تھے۔ اور جغرافی حیثیت سے بھی قوم شعیبؑ کا ملک اس علاقے سے بالکل متصل واقع تھا جہاں قومِ لوط رہتی تھی۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 101

یعنی اللہ تعالیٰ سنگ دل اور بے رحم نہیں ہے۔ اس کو اپنی مخلوقات سے کوئی دشمنی نہیں ہے کہ خواہ مخواہ سزاد یعنی ہی کو اس کا جی چاہے اور اپنے بندوں کو مار کر، ہی وہ خوش ہو۔ تم لوگ اپنی سرکشیوں میں جب حد سے گزر جاتے ہو اور کسی طرح فساد پھیلانے سے باز ہی نہیں آتے تو تب وہ بادل ناخواستہ تمہیں سزا دیتا ہے۔ ورنہ اس کا حال تو یہ ہے کہ تم خواہ کتنے ہی قصور کر چکے ہو، جب بھی اپنے افعال پر نادم ہو کر اسکی طرف پلٹو گے اس کے دامن رحمت کو اپنے لیے وسیع پاؤ گے۔ کیونکہ اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق سے وہ بے پایاں محبت رکھتا ہے۔

اس مضمون کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونہایت لطیف مثالوں سے واضح فرمایا ہے۔ ایک مثال تو آپ نے یہ دی ہے کہ اگر تم میں سے کسی شخص کا اونٹ ایک بے آب و گیا ہ صحرائیں کھو گیا ہو اور اس کے کھانے پینے کا سامان بھی اونٹ پر ہو اور وہ شخص اس کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مایوس ہو چکا ہو یہاں تک کہ زندگی سے بے آس ہو کر ایک درخت کے نیچے لیٹ گیا ہو، اور عین اس حالت میں یکا یک وہ دیکھے کہ اس کا اونٹ سامنے کھڑا ہے، تو اس وقت جیسی کچھ خوشی اس کو ہو گی، اس سے بہت زیادہ خوشی اللہ کو اپنے بھٹکے ہوئے بندے کے پلٹ آنے سے ہوتی ہے۔ دوسری مثال اس سے بھی زیادہ موثر ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ جنگی قیدی گرفتار ہو کر آئے۔ ان میں ایک عورت بھی تھی جس کا شیر خوار بچہ چھوٹ گیا تھا اور وہ مامتا کی ماری ایسی بے چین تھی کہ جس بچے کو پالیتی اسے چھاتی سے چمٹا کر دودھ پلانے لگتی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حال دیکھ کر ہم لوگوں سے پوچھا کیا تم لوگ یہ توقع کر سکتے ہو کہ یہ ماں اپنے بچے کو خود اپنے ہاتھوں آگ میں پھینک دے گی؟ ہم نے عرض کیا ہرگز نہیں، خود پھینکنا تو کر در کنار، وہ آپ گرتا ہو تو یہ اپنی حد تک تو اسے بچانے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھے گی۔ فرمایا اللہ ارحم بعبادہ من هذہ بولدہا۔ ”اللہ کا رحم اپنے بندوں پر اس سے بہت زیادہ ہے جو یہ عورت اپنے بچے کے لیے رکھتی ہے۔“

اور ویسے بھی غور کرنے سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جس نے بچوں کی پروردش کے لیے ماں باپ کے دل میں محبت پیدا کی ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اگر خدا اس محبت کو پیدا نہ کرتا تو ماں اور باپ سے بڑھ کر بچوں کا کوئی دشمن نہ ہوتا۔ کیونکہ سب سے بڑھ کروہ انہی کے لیے تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ اب ہر شخص خود سمجھ سکتا ہے کہ جو خدا محبتِ مادری اور شفقتِ پدری کا خالق ہے خود اس کے اندر اپنی مخلوق کے لیے کیسی کچھ محبت موجود ہو گی۔

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 102 ▲

یہ سمجھ میں نہ آنا کچھ اس بنا پر نہ تھا کہ حضرت شعیبؑ کسی غیر زبان میں کلام کرتے تھے، یا ان کی باتیں بہت مُغلق اور پیچیدہ ہوتی تھیں۔ باتیں تو سب صاف اور سیدھی ہی تھیں اور اُسی زبان میں کی جاتی تھیں جو یہ لوگ بولتے تھے، لیکن ان کے ذہن کا سانچا اس قدر ٹیڑھا ہو چاک تھا کہ حضرت شعیبؑ کی سیدھی باتیں کسی طرح اس میں نہ اُتر سکتی تھیں۔ قاعدے کی بات ہے کہ جو لوگ تعصبات اور خواہش نفس کی بندگی میں شدت کے ساتھ مبتلا ہوتے ہیں اور کسی خاص طرزِ خیال پر جامد ہو چکے ہوتے ہیں، وہ اُول تو کوئی ایسی بات سن ہی نہیں سکتے جو ان کے خیالات سے مختلف ہو، اور اگر سن بھی لیں تو ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کس دنیا کی باتیں کی جا رہی ہیں۔

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 103 ▲

یہ بات پیشِ نظر رہے کہ بعینہ یہی صورت حال ان آیات کے نزول کے وقت مکہ میں درپیش تھی۔ اس وقت قریش کے لوگ بھی اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کے پیاس سے ہور ہے تھے اور چاہتے تھے کہ آپ کی زندگی کا خاتمه کر دیں۔ لیکن صرف اس وجہ سے آپ پر ہاتھ ڈالتے ہوئے ڈرتے تھے کہ بنی ہاشم آپ کی پشت پر تھے۔ پس حضرت شعیب اور ان کی قوم کا یہ قصہ ٹھیک ٹھیک قریش اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ پر چسپاں کرتے ہوئے بیان کیا جا رہا ہے، اور آگے حضرت شعیب کا جوانہتائی سبق آموز جواب نقل کیا گیا ہے اس کے اندر یہ معنی پوشیدہ ہیں کہ اے قریش کے لوگو، تم کو بھی محمدؐ کی طرف سے یہی جواب ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ إِلَيْنَا وَسُلْطَنٌ مُّبِينٌ ﴿١﴾ إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهِ فَاتَّبَعُوا أَمْرَ  
 فِرْعَوْنَ وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ ﴿٢﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَأَوْرَدُهُمُ النَّارَ وَبِئْسَ  
 الْوِرْدُ الْمَوْرُودُ ﴿٣﴾ وَأُتْبِعُوا فِي هَذِهِ لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ بِئْسَ الْرِّفْدُ الْمَرْفُودُ ﴿٤﴾ ذَلِكَ  
 مِنْ أَنْبَاءِ الْقُرْآنِ نَقْصَهُ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَحَصِيدٌ ﴿٥﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ ظَلَمُوا  
 أَنْفُسَهُمْ فَمَا آغْنَتْ عَنْهُمُ الْهَتْهُمُ الَّتِي يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَاءَهُمْ أَمْرُ رَبِّكَ وَ  
 مَا زَادُهُمْ غَيْرَ تَشْيِيبٍ ﴿٦﴾ وَكَذِلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخْذَ الْقُرْآنَ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهَا أَلِيمٌ  
 شَدِيدٌ ﴿٧﴾ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّمَنْ خَافَ حَذَابَ الْآخِرَةِ ذَلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذَلِكَ  
 يَوْمٌ مَّشْهُودٌ ﴿٨﴾ وَمَا نُوعِزُهُ إِلَّا لِأَجِلٍ مَّعْدُودٍ ﴿٩﴾ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ  
 فِيْهُمْ شَقِيقٌ وَسَعِيدٌ ﴿١٠﴾ فَمَمَّا الَّذِينَ شَقَوْا فِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ﴿١١﴾ خَلِدِيْنَ  
 فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ إِنَّ رَبَّكَ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿١٢﴾ وَأَمَّا  
 الَّذِينَ سُعدُوا فَفِي الْجَنَّةِ خَلِدِيْنَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ  
 عَطَاءٌ غَيْرَ مَحْذُوذٌ ﴿١٣﴾ فَلَا تَأْكُ فِي مَرِيَّةٍ هُمْ مَمَّا يَعْبُدُ هَوْلَاءٌ طَمَّا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ  
 أَبَاؤُهُمْ مِّنْ قَبْلٍ طَوْلَاءٌ وَإِنَّا لَمَوْفُوهُمْ نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنْ قُوْصٍ ﴿١٤﴾

## رکو ۹

اور موسیٰ کو ہم نے اپنی نشانیوں اور کھلی کھلی سنہ ماموریت کے ساتھ فرعون اور اس کے اعیان سلطنت کی طرف بھیجا، مگر انہوں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا حکم راستی پر نہ تھا۔ قیامت کے روز وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہو گا اور اپنی پیشوائی میں انہیں دوزخ کی طرف لے جائے گا۔ **104** کیسی بدتر جائے وُرود ہے یہ جس پر کوئی پہنچے! اور ان لوگوں پر دنیا میں بھی لعنت پڑی اور قیامت کے روز بھی پڑے گی۔ کیسا بُرا صلح ہے یہ جو کسی کو ملے!

یہ چند بستیوں کی سرگزشت ہے جو ہم تمہیں شارہے ہیں۔ ان میں سے بعض اب بھی کھڑی ہیں اور بعض کی فصل کٹ چکی ہے۔ ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا، انہوں نے آپ، ہی اپنے اوپر ستم ڈھایا۔ اور جب اللہ کا حکم آگیا تو ان کے وہ معبد جنہیں وہ اللہ کو چھوڑ کر پکارا کرتے تھے ان کے کچھ کام نہ آسکے اور انہوں نے ہلاکت و بر بادی کے سوا انہیں کچھ فائدہ نہ دیا۔

اور تیرارب جب کسی ظالم بستی کو پکڑتا ہے تو پھر اس کی پکڑ ایسی ہی ہوا کرتی ہے، فی الواقع اس کی پکڑ بڑی سخت اور دردناک ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس میں ایک نشانی ہے ہر اُس شخص کے لیے جو عذاب آخرت کا خوف کرے۔ **105** وہ ایک دن ہو گا جس میں سب لوگ جمع ہوں گے اور پھر جو کچھ بھی اُس روز ہو گا سب کی آنکھوں کے سامنے ہو گا۔ ہم اس کے لانے میں کچھ بہت زیادہ تاخیر نہیں کر رہے ہیں، بس ایک گنی چُنی مُدت اس کے لیے مقرر ہے۔ جب وہ آئے گا تو کسی کو بات کرنے کی مجال نہ ہو گی، إِلَّا يَهُ کہ خدا کی اجازت سے کچھ عرض کرے۔ **106** پھر کچھ لوگ اس روز بد بخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت۔ جو بد

بخت ہوں گے وہ دوزخ میں جائیں گے ﴿جہاں گرمی اور پیاس کی شدت سے﴾ وہ ہانپیس گے اور پھنکارے ماریں گے اور اسی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ زمین و آسمان قائم ہیں **107**، إِلَّا يَهُ كَهْ تِيْرَ اَرَبْ کچھ اور چاہے۔ بے شک تیرارب پورا اختیار رکھتا ہے کہ جو چاہے کرے۔ **108** رہے وہ لوگ جو نیک بخت نکلیں گے، تو وہ جنت میں جائیں گے اور وہاں ہمیشہ رہیں گے جب تک زمین و آسمان قائم ہیں، إِلَّا يَهُ كَهْ تِيْرَ رَبْ کچھ اور چاہے۔ **109** ایسی بخشش ان کو ملے گی جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہو گا۔

پس اے نبی، تو ان معبدوں کی طرف سے کسی شک میں نہ رہ جن کی یہ لوگ عبادت کر رہے ہیں۔ یہ تو ﴿بس لکیر کے فقیر بنے ہوئے﴾ اُسی طرح پُوچاپٹ کیے جا رہے ہیں جس طرح پہلے ان کے باپ دادا کرتے تھے، **110** اور ہم ان کا حصہ انہیں بھر پور دیں گے بغیر اس کے کہ اس میں کچھ کاٹ کسر ہو۔ ۶۹

## سورة هود حاشیہ نمبر: 104 ▲

اس آیت سے اور قرآن مجید کی بعض دوسری تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ دنیا میں کسی قوم یا جماعت کے رہنماء ہوتے ہیں وہی قیامت کے روز بھی اس کے رہنماء ہوں گے۔ اگر وہ دنیا میں نیکی اور سچائی اور حق کی طرف رہنمائی کرتے ہیں تو جن لوگوں نے یہاں ان کی پیروی کی ہے وہ قیامت کے روز بھی انہیں کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے اور ان کی پیشوائی میں جنت کی طرف جائیں گے۔ اور اگر وہ دنیا میں کسی ضلالت، کسی بد اخلاقی یا کسی ایسی راہ کی طرف لوگوں کو بلا تے ہیں جو دین حق کی راہ نہیں ہے، تو جو لوگ یہاں ان کے پیچھے چل رہے ہیں وہ وہاں بھی ان کے پیچھے ہوں گے اور انہی کی سر کردگی میں جہنم کا رخ کریں گے۔ اسی مضمون کی ترجمانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں پائی جاتی ہے کہ امرؤ القیس حامل لواء شعراء الجahلية الی النار، یعنی ”قیامت کے روز جاہلیت کی شاعری کا جھنڈا امرؤ القیس

کے ہاتھ میں ہو گا اور عرب جاہلیت کے تمام شعراء اسی کی پیشوائی میں دوزخ کی راہ لیں گے۔ اب یہ منظر ہی شخص کا اپنا تخلیل اس کی آنکھوں کے سامنے کھینچ سکتا ہے کہ یہ دونوں قسم کے جلوس کس شان سے اپنی مقصود کی طرف جائیں گے ظاہر ہے کہ جن لیڈروں نے دنیا میں لوگوں کو گمراہ کیا اور خلاف حق را ہوں پر چلایا ہے اُس کے پیروجب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ یہ ظالم ہم کو کس خوفناک انعام کی طرف کھینچ لائے ہیں، تو وہ اپنی ساری مصیبتوں کا ذمہ دار اُنہی کو سمجھیں گے اور ان کا جلوس اس شان سے دوزخ کی راہ پر رواں ہو گا کہ آگے آگے وہ ہوں گے اور پیچھے پیچھے ان کے پیروں کا ہجوم ان کو گالیاں دیتا ہوا اور ان پر لعنتوں کی بوچھاڑ کرتا ہوا جا رہا ہو گا۔ بخلاف اس کے جن لوگوں کی رہنمائی نے لوگوں کو جنت نعیم کا مستحق بنایا ہو گا ان کے پیرو اپنا یہ انعام خیر دیکھ کر اپنے لیڈروں کو دعائیں دیتے ہوئے اور ان پر مدح و تحسین کے پھول بر ساتے ہوئے چلیں گے۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 105 ▲

یعنی تاریخ کے ان واقعات میں ایک ایسی نشانی ہے جس پر اگر انسان غور کرے تو اسے یقین آجائے گا کہ عذاب آخرت ضرور پیش آنے والا ہے اور اس کے متعلق پیغمبروں کی دی ہوئی خبر سچی ہے۔ نیز اس کی نشانی سے وہ یہ بھی معلوم کر سکتا ہے کہ عذاب آخرت کیسا سخت ہو گا اور یہ علم اس کے دل میں خوف پیدا کر کے اسے سیدھا کر دے گا۔

اب رہی یہ بات کہ تاریخ میں وہ کیا چیز ہے جو آخرت اور اس کے عذاب کی علامت کہی جاسکتی ہے، تو ہر وہ شخص اسے بآسانی سمجھ سکتا ہے جو تاریخ کو محض واقعات کا مجموعہ ہی نہ سمجھتا ہو بلکہ ان واقعات کی منطق پر بھی کچھ غور کرتا ہو اور ان سے نتائج بھی اخذ کرنے کا عادی ہو۔ ہزار ہا برس کی انسانی تاریخ میں قوموں اور جماعتوں کا اٹھنا اور گرنا جس تسلسل اور باضابطگی کے ساتھ رونما ہوتا رہا ہے، اور پھر اس گرنے اور

اُٹھنے میں جس طرح صریحًا کچھ اخلاقی اسباب کار فرمائے ہیں، اور گرنے والی قویں جیسی جیسی عبرت انگیز صورتوں سے گری ہیں، یہ سب کچھ اس حقیقت کی طرف کھلا اشارہ ہے کہ انسان اس کائنات میں ایک ایسی حکومت کا ملکوم ہے جو محض اندھے طبعیاتی قوانین پر فرزروائی نہیں کر رہی ہے، بلکہ اپنا ایک معقول اخلاقی قانون رکھتی ہے جس کے مطابق وہ اخلاق کی ایک خاص حد سے اوپر رہنے والوں کو جزادیتی ہے، اس سے نیچے اترنے والوں کو کچھ مدت تک دھیل دیتی رہتی ہے، اور جب وہ اس سے بہت زیادہ نیچے چلے جاتے ہیں تو پھر انہیں گرا کر ایسا پھینکتی ہے کہ وہ ایک داستان عبرت بن کر رہ جاتے ہیں۔ ان واقعات کا ہمیشہ ایک ترتیب کے ساتھ رونما ہوتے رہنا اس امر میں شبہہ کرنے کی ذرہ برابر گنجائش نہیں چھوڑتا کہ جزا اور مکافات اس سلطنتِ کائنات کا ایک مستقل قانون ہے۔

پھر جو عذاب مختلف قوموں پر آئے ہیں اُن پر مزید غور کرنے سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ ازروئے انصاف قانونِ جزا و مکافات کے جواہری تقاضے ہیں وہ ایک حد تک تو ان عذابوں سے ضرور پورے ہوئے ہیں مگر بہت بڑی حد تک ابھی تشنہ ہیں۔ کیونکہ دنیا میں جو عذاب آیا اس نے صرف اُس نسل کو پکڑا جو عذاب کے وقت موجود تھی۔ وہیں وہ نسلیں جو شرارتوں کے نج بکار اور ظلم و بد کاری کی فصلیں تیار کر کے کٹائی سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو چکی تھیں اور جن کے کرتوں کا خمیازہ بعد کی نسلوں کو بھگلتانا پڑا، وہ تو گویا قانونِ مکافات کے عمل سے صاف ہی نکلی ہیں۔ اب اگر ہم تاریخ کے مطالعہ سے سلطنتِ کائنات کے مزاج کو ٹھیک ٹھیک سمجھ چکے ہیں تو ہمارا یہ مطالعہ ہی اس بات کی شہادت دینے کے لیے کافی ہے کہ عقل اور انصاف کی رو سے قانونِ مکافات کے جواہری تقاضے ابھی تشنہ ہیں، ان کو پورا کرنے کے لیے یہ عادل سلطنت یقیناً پھر ایک دوسرا عالم برپا کرے گی اور وہاں تمام ظالموں کو ان کے کرتوں کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور وہ بدلہ دنیا کے ان عذابوں سے بھی زیادہ سخت ہو گا۔ (ملاحظہ ہو سورہ اعراف،

حاشیہ نمبر 30 و سورہ یونس، حاشیہ نمبر 10)۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 106 ▲

یعنی یہ بے وقوف لوگ اپنی جگہ اس بھروسے میں ہیں کہ فلاں حضرت ہماری سفارش کر کے ہمیں بچالیں گے، فلاں بزرگ اڑ کر بیٹھ جائیں گے اور اپنے ایک ایک متسل کو بخشوانے بغیر نہ مانیں گے، فلاں صاحب جو اللہ میاں کے چھیتے ہیں جنت کے راستے میں محل بیٹھیں گے اور اپنے دامن گرفتوں کی بخشش کا پروانہ لے کر ہی ٹلیں گے۔ حالانکہ اڑنا اور محلنا کیسا، اُس پر جلال عدالت میں تو کسی بڑے سے بڑے انسان اور کسی معزز سے معزز فرشتے کو بھی مجالِ دم زدن تک نہ ہو گی اور اگر کوئی کچھ کہہ بھی سکے گا تو اس وقت جبکہ احکام الحاکمین خود اسے کچھ عرض کرنے کی اجازت دیدے۔ پس جو لوگ یہ سمجھتے ہوئے غیر اللہ کے آستانوں پر نذریں اور نیازیں چڑھا رہے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں بڑا اثر و رسوخ رکھتے ہیں، اور ان کی سفارش کے بھروسے پر اپنے نامہ اعمال سیاہ کیے جا رہے ہیں، ان کو وہاں سخت مایوسی سے دوچار ہونا پڑے گا۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 107 ▲

ان الفاظ سے یا تو عالم آخرت کے زمین و آسمان مراد ہیں، یا پھر محض محاورے کے طور پر ان کو دوام اور ہمیشگی کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ بہر حال موجودہ زمین و آسمان تو مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ قرآن کے بیان کی رو سے یہ قیامت کے روز بدل ڈالے جائیں گے اور یہاں جن واقعات کا ذکر ہو رہا ہے وہ قیامت کے بعد پیش آنے والے ہیں۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 108 ▲

یعنی کوئی اور طاقت تو ایسی ہے ہی نہیں جو ان لوگوں کو اس دائمی عذاب سے بچا سکے۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ خود ہی کسی کے انجام کو بد لانا چاہے یا کسی کو ہمیشگی کا عذاب دینے کے بجائے ایک مدت تک عذاب دے کر معاف کر دینے کا فیصلہ فرمائے تو اسے ایسا کرنے کا پورا اختیار ہے، کیونکہ اپنے قانون کا وہ خود ہی واضح ہے،

کوئی بالاتر قانون ایسا نہیں ہے جو اس کے اختیارات کو محدود کرتا ہو۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 109 ▲

یعنی ان کا جنت میں ٹھیک نہ بھی کسی ایسے بالاتر قانون پر مبنی نہیں ہے جس نے اللہ کو ایسا کرنے پر مجبور کر رکھا ہو۔ بلکہ یہ سراسر اللہ کی عنایت ہو گی کہ وہ ان کو وہاں رکھے گا۔ اگر وہ ان کی قسمت بھی بدلا ناچا ہے تو اسے بد لئے کاپورا اختیار حاصل ہے۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 110 ▲

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم واقعی ان معبودوں کی طرف سے کسی شک میں تھے، بلکہ دراصل یہ باتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے عامۃ الناس کو سنائی جا رہی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کسی مرد معقول کو اس شک میں نہ رہنا چاہیے کہ یہ لوگ جو ان معبودوں کی پرستش کرنے اور ان سے دعا مانگنے میں لگے ہوئے ہیں تو آخر کچھ تو انہوں نے دیکھا ہو گا جس کی وجہ سے یہ ان سے نفع کی امیدیں رکھتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ پرستش اور نذریں اور نیازیں اور دعا مانگنے کی وجہ سے اور کسی حقیقی مشاہدے کی بناء پر نہیں ہیں بلکہ یہ سب کچھ نزی اندھی تقليید کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ آخر یہی آستانے پچھلی قوموں کے ہاں بھی موجود تھے۔ اور ایسی ہی ان کی کرامتیں ان میں بھی مشہور تھیں۔ مگر جب خدا کا عذاب آیا تو وہ تباہ ہو گئیں اور یہ آستانے یو ہی دھرے کے دھرے رہ گئے۔

وَلَقَدْ أَتَيْنَا مُوسَى الْكِتَبَ فَإِنْتَ لَمْ تَخْتَلِفْ فِيهِ ۖ وَلَوْلَا كَلِمَةً سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ وَإِنَّهُمْ  
لَفِي شَيْءٍ مِنْهُ مُرِيبٌ ۝ وَإِنَّ كُلَّا لَمَّا لَيَوْفَيْنَهُمْ رَبُّكَ أَعْمَالَهُمْ ۖ إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ حَسِيرٌ ۝  
فَإِنَّمَا تَقْرَئُونَ بِصِيرُ ۝ وَلَا تَرْكُنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۖ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلَيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ ۝ وَأَقِمِ  
الصَّلَاةَ طَرَفِ النَّهَارِ وَزُلْفًا مِنَ الظَّلَلِ ۖ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهَبُنَ السَّيِّئَاتِ ۖ ذَلِكَ ذَكْرٌ لِلَّذِينَ  
وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ  
أُولُو بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۗ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا  
مَا أَتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُحْرِمِينَ ۝ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقَرْبَى بِظُلْمٍ وَآهَلُهَا مُصْلِحُونَ ۝  
وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَرَوْنَ مُخْتَلِفِينَ ۝ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ ۖ وَلِذِلِكَ  
خَلَقَهُمْ ۖ وَتَتَّسَعُ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝ وَكُلَّا نَقْصً عَلَيْكَ  
مِنَ أَنْبَاءِ الرَّسُولِ مَا نُشِّئْتُ بِهِ فُؤَادَكَ ۖ وَجَاءَكَ فِي هَذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذَكْرٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝  
وَقُلْ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ اعْمَلُوا عَلَى مَكَانِتِكُمْ ۖ إِنَّا عَمِلُونَ ۝ وَانتَظِرُوا ۖ إِنَّا مُنْتَظِرُونَ  
وَبِإِلَهٍ غَيْبٍ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدُهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۖ وَمَا رَبُّكَ  
يَغَافِلُ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝

## دکو٤

ہم اس سے پہلے موسیٰؑ کو بھی کتاب دے چکے ہیں اور اس کے بارے میں بھی اختلاف کیا گیا تھا۔ جس طرح آج اس کتاب کے بارے میں کیا جا رہا ہے جو تمہیں دی گئی ہے 111۔ اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات پہلے ہی طے نہ کر دی گئی ہوتی تو ان اختلاف کرنے والوں کے درمیان کبھی کافیصلہ چکا دیا گیا ہوتا۔ 112 یہ واقعہ ہے کہ یہ لوگ اس کی طرف سے شک اور خلجان میں پڑے ہوئے ہیں اور یہ بھی واقعہ ہے کہ تیرا رب انہیں ان کے اعمال کا پورا پورا بدله دے کر رہے گا، یقیناً وہ ان کی سب حرکتوں سے باخبر ہے۔

پس اے محمدؐ، تم، اور تمہارے وہ ساتھی جو گفر و بغاوت سے ایمان و طاعت کی طرف پلٹ آئے ہیں، ٹھیک ٹھیک راہِ راست پر ثابت قدم رہو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ اور بندگی کی حد سے تجاوز نہ کرو۔ جو کچھ تم کر رہے ہو اس پر تمہارا رب نگاہ رکھتا ہے۔ ان ظالموں کی طرف زرانہ جھکنا اور نہ جہنم کی لپیٹ میں آجائے گے اور تمھیں کوئی ایسا ولی اور سر پرست نہ ملے گا جو خدا سے تمھیں نہ بچا سکے اور کہیں سے تم کو مدد نہ پہنچے گی۔ اور دیکھو، نماز قائم کر و دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات گزرنے پر۔ 113 در حقیقت نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں، یہ ایک یاد دہانی ہے ان لوگوں کے لئے جو خدا کو یاد رکھنے والے ہیں۔ 114 اور صبر کر، اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتا۔

پھر کیوں نہ ان قوموں میں جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں ایسے اہل خیر موجود رہے جو لوگوں کو زمین میں فساد برپا کرنے سے روکتے؟ ایسے لوگ نکلے بھی تو بہت کم، جن کو ہم نے ان قوموں میں سے بچالیا، ورنہ ظالم لوگ تو انہی مزدوں کے پیچھے پڑے رہے جن کے سامان انہیں فراوانی کے ساتھ دیے گئے تھے اور وہ مجرم

بن کر رہے۔ تیرارب ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو ناحق تباہ کر دے حالانکہ ان کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں۔ **115**

بے شک تیرارب اگر چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک گروہ بناسکتا تھا، مگر اب تو وہ مختلف طریقوں ہی پر چلتے رہیں گے اور بے راہ رویوں سے صرف وہ لوگ بچیں گے جن پر تیرے رب کی رحمت ہے۔ اسی ﴿آزادی انتخاب و اختیار﴾ کے لیے ہی تو اس نے انہیں پیدا کیا تھا۔ **116** اور تیرے رب کی وہ بات پوری ہو گئی جو اس نے کہی تھی کہ میں جہنم کو جن اور انسانوں سے بھر دوں گا۔

اور اے محمدؐ، یہ پیغمبروں کے قصے جو ہم تمہیں سناتے ہیں، یہ وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعہ سے ہم تمہارے دل کو مضبوط کرتے ہیں۔ ان کے اندر تم کو حقیقت کا علم ملا اور ایمان لانے والوں کو نصیحت اور بیداری نصیب ہوئی۔ رہے وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے، تو ان سے کہہ دو کہ تم اپنے طریقے پر کام کرتے رہو اور ہم اپنے طریقے پر کیے جاتے ہیں، انجام کار کا تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی منتظر ہیں۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ چھپا ہوا ہے سب اللہ کے قبضہ، قدرت میں ہے اور سارا معاملہ اسی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ پس اے نبیؐ، تو اسی کی بندگی کر اور اسی پر بھروسار کو، جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو تیرارب اس سے بے خبر نہیں ہے۔ **117**

## سورة هود حاشیہ نمبر: 111 ▲

یعنی یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کہ آج اس قرآن کے بارے میں مختلف لوگ مختلف قسم کی چہ میگوئیاں کر رہے ہیں، بلکہ اس سے پہلے جب موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی گئی تھی تو اس کے بارے میں ایسی ہی مختلف رائے زنیاں کی گئی تھیں، لہذا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، تم یہ دیکھ کر بد دل اور شکستہ خاطر نہ ہو کہ ایسی

سیدھی سیدھی اور صاف باتیں قرآن میں پیش کی جا رہی ہیں اور پھر بھی لوگ ان کو قبول نہیں کرتے۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 112 ▲

یہ فقرہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کو مطمئن کرنے اور صبر دلانے کے لیے فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم اس بات کے لیے بے چین نہ ہو کہ جو لوگ اس قرآن کے بارے میں اختلافات کر رہے ہیں ان کا فیصلہ جلدی سے چکا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ پہلے ہی یہ طے کر چکا ہے کہ فیصلہ وقت مقرر سے پہلے نہ کیا جائے گا۔ اور یہ کہ دنیا کے لوگ فیصلہ چاہنے میں جو جلد بازی کرتے ہیں، اللہ فیصلہ کر دینے میں جلد بازی نہ کرے گا۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 113 ▲

دن کے دونوں سروں پر سے مراد صبح اور مغرب ہے، اور کچھ رات گزرنے پر سے مراد عشاء کا وقت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ ارشاد اس زمانے کا ہے جب نماز کے لیے ابھی پانچ وقت مقرر نہیں کیے گئے تھے۔ معراج کا واقعہ اس کے بعد پیش آیا جس میں پنج وقت نماز فرض ہوئی۔ (شرط کے لیے ملاحظہ ہو بنی اسرائیل حاشیہ 95، طہ حاشیہ 111، الروم، حاشیہ 124)۔

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 114 ▲

یعنی جو برائیاں دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں اور جو برائیاں تمہارے ساتھ اس دعوت حق کی دشمنی میں کی جا رہی ہیں، ان سب کو دفع کرنے کا اصلی طریقہ یہ ہے کہ تم خود زیادہ سے زیادہ نیک بنو اور اپنی نیکی سے اس بدی کو شکست دو، اور تم کو نیک بنانے کا بہترین ذریعہ نماز ہے جو خدا کی یاد کو تازہ کرتی رہے گی اور اس کی طاقت سے تم بدی کے اس منظم طوفان کا نہ صرف مقابلہ کر سکو گے بلکہ اسے دفع کر کے دنیا میں عمل اخیر و صلاح کا نظام بھی قائم کر سکو گے۔ (شرط کے لیے ملاحظہ ہو العنكبوت حواشی 77 تا 79)

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 115 ▲

ان آیات میں نہایت سبق آموز طریقے سے ان قوموں کی تباہی کے اصل سبب پر روشی ڈالی گئی ہے جن کی تاریخ پچھلے چھر کو عوں میں بیان ہوئی ہے۔ اس تاریخ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا جاتا ہے کہ صرف انہی قوموں کو نہیں، بلکہ پچھلی انسانی تاریخ میں جتنی قومیں بھی تباہ ہوئی ہیں ان سب کو جس چیز نے گرایا وہ یہ تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی نعمتوں سے سرفراز کیا تو وہ خوشحالی کے نشے میں مست ہو کر زمین میں فساد برپا کرنے لگیں اور ان کا اجتماعی خمیر اس درجہ بکڑ گیا کہ یا تو ان کے اندر ایسے نیک لوگ باقی رہے، ہی نہیں جو ان کو برائیوں سے روکتے، یا اگر کچھ لوگ ایسے نکلے بھی تو وہ اتنے کم تھے اور ان کی آواز اتنی کمزور تھی کہ ان کے روکنے سے فساد نہ رک سکا۔ یہی چیز ہے جس کی بدولت آخر کار یہ قومیں اللہ تعالیٰ کے غضب کی مستحق ہوئیں، ورنہ اللہ کو اپنے بندوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے کہ وہ تو بھلے کام کر رہے ہوں اور اللہ ان کو خواہ مخواہ عذاب میں مبتلا کر دے۔ اس ارشاد سے یہاں یہ تین باتیں ذہن نشین کرنی مقصود ہیں:

ایک یہ کہ ہر اجتماعی نظام میں ایسے نیک لوگوں کا موجود رہنا ضروری ہے جو خیر کی دعوت دینے والے اور شر سے روکنے والے ہوں۔ اس لیے کہ خیر ہی وہ چیز ہے جو اصل میں اللہ کو مطلوب ہے، اور لوگوں کے شرور کو اگر اللہ برداشت کرتا بھی ہے تو اس خیر کی خاطر کرتا ہے جو ان کے اندر موجود ہو، اور اسی وقت تک کرتا ہے جب تک ان کے اندر خیر کا کچھ امکان باقی رہے۔ مگر جب کوئی انسانی گروہ اہل خیر سے خالی ہو جائے اور اس میں صرف شریر لوگ ہی باقی رہ جائیں، یا اہل خیر موجود ہوں بھی تو کوئی ان کی سن کرنہ دے اور پوری قوم کی قوم اخلاقی فساد کی راہ پر بڑھتی چلی جائے، تو پھر خدا کا عذاب اس کے سر پر اس طرح منڈلانے لگتا ہے جیسے پورے دنوں کی حاملہ کہ کچھ نہیں کہہ سکتے کب وضع حمل ہو جائے۔

دوسرے یہ کہ جو قوم اپنے درمیاں سب کچھ برداشت کرتی ہو مگر صرف انہی چند گنے پتنے لوگوں کو

برداشت کرنے کے لیے تیار نہ ہو جو اسے برا یوں سے روکتے اور بھلا یوں کی دعوت دیتے ہوں، تو سمجھ لو کہ اس کے برعے دن قریب آگئے ہیں، کیونکہ اب وہ خود ہی اپنی جان کی دشمن ہو گئی ہے۔ اسے وہ سب چیزیں تو محبوب ہیں جو اس کی ہلاکت کی موجب ہیں اور صرف وہی ایک چیز گوارا نہیں ہے جو اس کی زندگی کی ضامن ہے۔

تیسرا یہ کہ ایک قوم کے مبتلائے عذاب ہونے یا نہ ہونے کا آخری فیصلہ جس چیز پر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس میں دعوت خیر پر لبیک کہنے والے عناصر کس حد تک موجود ہیں۔ اگر اس کے اندر ایسے افراد اتنی تعداد میں نکل آئیں جو فساد کو مٹانے اور نظام صالح کو قائم کرنے کے لیے کافی ہو تو اس پر عذاب عام نہیں بھیجا جاتا بلکہ ان صالح عناصر کو اصلاح حال کا موقع دیا جاتا ہے، لیکن اگر پیغم سعی و جهد کے باوجود اس میں سے اتنے آدمی نہیں نکلتے جو اصلاح کے لیے کافی ہو سکیں، اور وہ قوم اپنی گود سے چند ہیرے پھنک دینے کے بعد اپنے طرز عمل سے ثابت کر دیتی ہے کہ اب اس کے پاس کوئی کوئی کوئی باقی رہ گئے یہیں، تو پھر کچھ زیادہ دیر نہیں لگتی کہ وہ بھٹی سلاگا دی جاتی ہے جو ان کو نکلوں کو پھونک کر رکھ دے۔ (شرط کے لیے ملاحظہ ہوا لذاریات، حاشیہ 34)

## سورة ہود حاشیہ نمبر: 116 ▲

یہ اس شبہ کا جواب ہے جو بالعموم ایسے موقع پر تقدیر کے نام سے پیش کیا جاتا ہے۔ اوپر اقوام گزشتہ کی تباہی کا جو سبب بیان کیا گیا ہے اس پر یہ اعتراض کیا جا سکتا تھا کہ ان میں اہل خیر کا موجود نہ رہنا یا بہت کم پایا جانا بھی تو آخر اللہ کی مشیت ہی سے تھا، پھر اس کا الزام ان قوموں پر کیوں رکھا جائے؟ کیوں نہ اللہ نے ان کے اندر بہت سے اہل خیر پیدا کر دیے؟ اس کے جواب میں یہ حقیقت حال صاف بیان کر دی گئی ہے کہ اللہ کی مشیت انسان کے بارے میں یہ ہے ہی نہیں کہ حیوانات اور نباتات اور ایسی ہی دوسری

مخلوقات کی طرح اس کو بھی جبکہ طور پر ایک لگے بندھے راستے کا پابند بنادیا جائے جس سے ہٹ کروہ چل ہی نہ سکے۔ اگر یہ اس کی مشیت ہوتی تو پھر دعوت ایمان، بعثت انبياء اور تنزيل کتب کی ضرورت ہی کیا تھی، سارے انسان مسلم و مومن ہی پیدا ہوتے اور کفر و عصيان کا سرے سے کوئی امکان ہی نہ ہوتا۔ لیکن اللہ نے انسان کے بارے میں جو مشیت فرمائی ہے وہ دراصل یہ ہے کہ اس کو انتخاب و اختیار کی آزادی بخشی جائے، اسے اپنی پسند کے مطابق مختلف را ہوں پر چلنے کی قدرت دی جائے، اس کے سامنے جنت اور دوزخ دونوں کی راہیں کھول دیں جائیں اور پھر ہر انسان اور ہر انسانی گروہ کو موقع دیا جائے کہ وہ ان میں سے جس راہ کو بھی اپنے لیے پسند کرے اس پر چل سکے تاکہ ہر ایک جو کچھ بھی پائے اپنی سعی و کسب کے نتیجہ میں پائے۔ پس جب وہ اسکیم جس کے تحت انسان پیدا کیا گیا ہے، آزادی انتخاب اور اختیاری کفر و ایمان کے اصول پر مبنی ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی قوم خود تو بڑھنا چاہے بدی کی راہ پر اور اللہ زبردستی اس کو خیر کے راستے پر موڑ دے۔ کوئی قوم خود اپنے انتخاب سے تو انسان سازی کے وہ کارخانے بنائے جو ایک سے ایک بڑھ کر بد کار اور ظالم اور فاسق آدمی ڈھال کر نکالیں، اور اللہ اپنی برادر اہل راست مداخلت سے اس کو وہ پیدا کرنے کی نیک انسان مہیا کر دے جو اس کے بگڑے ہوئے سانچوں کو ٹھیک کر دیں۔ اس قسم کی مداخلت خدا کے دستور میں نہیں۔ نیک ہوں یا بد، دونوں قسم کے آدمی ہر قوم کو خود ہی مہیا کرنے ہوں گے، جو قوم بھیت مجموعی بدی کی راہ کو پسند کرے گی، جس میں سے کوئی معتمد بہ گروہ ایسا نہ اٹھے گا جو نیکی کا جھنڈا بلند کرے اور جس نے اپنے اجتماعی نظام میں اس امر کی گنجائش ہی نہ چھوڑی ہو گی کہ اصلاح کی کوششیں اس کے اندر پھول سکیں، خدا کو کیا پڑی ہے کہ اس کو بزرگ نیک بنائے، وہ تو اس کو اسی انجام کی طرف دھکیل دے گا جو اس نے خود اپنے لیے انتخاب کیا ہے۔ البتہ خدا کی رحمت کی مسحت اگر کوئی قوم ہو سکتی ہے تو صرف وہ جس میں بہت سے افراد ایسے نکلیں جو خود دعوت خیر کو لبیک کہنے والے ہوں اور جس نے

اپنے اجتماعی نظام میں یہ صلاحیت باقی رہنے دی ہو کہ اصلاح کی کوشش کرنے والے اس کے اندر کام کر سکیں۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو الانعام، حاشیہ 24)

### سورة ہود حاشیہ نمبر: 117 ▲

یعنی کفر و اسلام کی اس کشمکش کے دونوں فریق جو کچھ کر رہے ہیں وہ سب اللہ کی نگاہ میں ہے۔ اللہ کی سلطنت کوئی اندھیر نگری چوپٹ راجہ کی مصدق نہیں ہے کہ اس میں خواہ کچھ ہی ہوتا رہے شہہ بے خبر کو اس سے کچھ سروکار نہ ہو۔ یہاں حکمت اور برداری کی بنابرداری کی محدودیت تو ضرور ہے مگر اندھیر نہیں ہے۔ جو لوگ اصلاح کی کوشش کر رہے ہوں وہ یقین رکھیں کہ ان کی محنتیں ضائع نہ ہوں گی۔ اور وہ لوگ بھی جو فساد کرنے اور اسے برپا رکھنے میں لگے ہوئے ہیں، جو اصلاح کی سعی کرنے والوں پر ظلم و ستم توڑ رہے ہیں، اور جنہوں نے اپنا سارا زور اس کوشش میں لگا کر کھا ہے کہ اصلاح کا یہ کام کسی طرح چل نہ سکے، انہیں خبردار رہنا چاہیے کہ ان کے یہ سارے کرتوت اللہ کے علم میں ہیں اور ان کی پاداش انہیں ضرور بھگتی پڑے گی۔